بیاد: حضرت الحاج حافظ عبدالستار صاحب عزیزیؒ

دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

نقوش اسلام

Issue.No.10,11,12 | دسمبر/جنوری/فروری ۱۸-۲۰۱۷ء (Dec.Jan.Februry2017-18) | VOL.No.12

مجلس سرپرستان

مرشدالامت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسارپوری
پیر طریقت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی
شیخ طریقت حضرت مولانا قمرالزماں الہ آبادی

مجلس مشاورت

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
مولانا بلال عبدالحئی حسنی ندوی مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
مولانا محمد احمد صالح جی الحاج موسیٰ اسماعیل درسوت
مولانا حافظ محمد ایوب، مولانا حسن مرچی، مولانا محمد زکریا پٹیل
مولانا یحییٰ بام، مولانا رشید احمد ندوی، مولانا محمد منذر ندوی

مجلس ادارت

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی ❁ مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری ❁ مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

چیف ایڈیٹر

محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی

ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E- ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.247129
(U.P)INDIA.Cell.09719831058
E.mail : nuqooshe_islam@yahoo.co.in
masood_azizinadwi@yahoo.co.in
www. nuqoosheislam.com , www. mifiin.org
ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفرآباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے

فی شمارہ.......................۲۰ر روپے
سالانہ.......................۲۴۰ر روپے
خصوصی...... ......۵۰۰۰ر روپے
ایشیائی، یورپی افریقی و امریکی ممالک کے لیے ۵۰ر ڈالر

رسالہ کے جملہ امور سے متعلق اس نمبر پر رابطہ کریں: 09719639955

منیجر توسیع و اشاعت: قاری محمد صالحین
Mob: 09813806392

Markazu Ihyail Fikril Islami , A/C No. 30416183580,S.B.I
Monthly Nuqoosh-e-Islam, A/C No. 30557882360,S.B.I

PRINTED, PUBLISHED AND OWNED: MD FURQAN
PRINTEDAT LUXMI PRINTING PRESS SAHARANPUR
EDITOR: MD FURQAN

iles\A017.TI not found. Files\A025.TIF not found. iles\A017.TI not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
اخلاق زندگی کے ہر شعبہ کی ضرورت	محمد مسعود عزیزی ندوی	
عظمت رفتہ		۶
امت مسلمہ کی طاقت کہاں کھوگئی؟	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	
رہنمائے طلبہ		۸
طلبہ تحریک اور ٹریننگ	انجینئر مصطفیٰ محمد طحان	
راہ عمل		۱۳
نئی حکمت عملی اختیار کرنیکی ضرورت	پروفیسر محسن عثمانی ندوی، دہلی	
یاد گار سلف		۱۷
خانقاہ رائپور اور اس کی مسند نشینی	مولانا ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی	
اظہار محبت		۲۲
سپاس نامہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
سفرنامہ		۲۴
حرمین شریفین کا ایک مبارک سفر	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
فکروعمل		۲۷
صبر وشکر ایک عظیم دولت ہے	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حقائق		۳۱
اسلام کامل ومکمل اور مبرہن مذہب ہے	مولانا حذیفہ غلام وستانوی	
محاسن اسلام		۳۶
اسلام آپسی اتفاق واتحاد کا حکم دیتا ہے	مولانا عبدالواجد ندوی	
اظہار مسرت		۳۹
شکر وتقدیر	محمد مسعود عزیزی ندوی	
اصلاحیات		۴۱
مسجد کے آداب اور اسکے عظیم فوائد	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوی	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
نقوش کی ڈاک		۴۷
خط ایڈیٹر کے نام	مقصود احمد ضیائی	
حاضر حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی	

ماہنامہ ”نقوش اسلام“ کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	۳۰۰۰............
// // اول اندرونی	// //	۲۵۰۰............
// // آخراندرونی	// //	۲۰۰۰............
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	۱۰۰۰............
آدھا صفحہ اندرونی		۶۰۰............
۱/۴ صفحہ //		۴۰۰............

◯ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ اسی رسالہ کے ساتھ آپ کی سالانہ مدت خریداری پوری ہورہی ہے، لہٰذا آئندہ کے لیے جلد ہی زرتعاون مبلغ ۲۴۰ روپئے ارسال فرمائیں، تاکہ رسالہ کو جاری رکھا جاسکے۔ (ادارہ)

نوٹ: شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں، ہر قسم کی چارہ جوئی کا حق صرف عدالت سہارنپور کو ہی ہوگا۔

پرنٹر پبلیشر: محمد فرقان نے لکشمی آفسیٹ پریس سہارنپور میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد سے شائع کیا

کمپوزنگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر: مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور، یوپی (الھند)

اداریہ

''اخلاق'' زندگی کے ہر شعبہ کی ضرورت

محمد مسعود عزیزی ندوی

اخلاقیات کا موضوع انسانی زندگی میں بہت ہی اہمیت کا حامل ہے، بلکہ یہ نبوت کے مقاصد میں سے ایک ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے'' اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ ''اللہ'' وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول کو بھیجا تا کہ ان کو اللہ کی آیات کی تلاوت کر کے سنائے اور ان کے نفس کا تزکیہ کرے'' اللہ تعالی نے مسلمانوں پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان کے پاس اپنے رسول کو بھیجا تا کہ ان کو قرآن کریم کی تعلیم دے، اور ان کے نفس کا تزکیہ کرے، اور تزکیہ کہتے ہیں کہ دل کو شرک سے، برے اخلاق سے اور بری عادتوں سے پاک وصاف رکھے اور اقوال وافعال کو بھی بری باتوں سے پاک وصاف رکھے، تو معلوم ہوا کہ فرد اور معاشرے کے اخلاق کو بلند وبالا کرنا بھی بعثت کے مقاصد میں سے ہے، بعض صحابہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا مسلمان ایمان کے اعتبار سے افضل ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں''۔

اللہ تبارک وتعالی نے ایمان کو بھی نیکی سے تعبیر فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے چہروں کو مشرق ومغرب کی طرف کرو، بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، یوم آخرت پر، فرشتوں پر، اللہ کی کتاب پر اور تمام نبیوں پر ایمان لائے'' اور نیکی کا لفظ بھلائی اور خیر کی تمام انواع کو شامل ہے، چاہے وہ اخلاق ہوں، اقوال ہوں، یا افعال، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نیکی حسن خلق کا نام ہے'' اخلاق عبادت کی بھی تمام انواع کو شامل ہے، اللہ تعالی جب بھی کسی عبادت کا حکم دیتا ہے، تو اس کا اخلاقی مقصد کیا ہے، اور انسان اور معاشرے پر اس کے اثرات کیا ہوں گے، اس کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں ہیں، مثلاً نماز کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''نماز قائم کرو، اس لئے کہ نماز فحش اور بری باتوں سے روکتی ہے'' زکوۃ کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ''ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے، ان کو پاک کیجئے، اور ان کا تزکیہ بھی کیجئے'' تو اگر چہ زکوۃ کی حقیقت لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے اور ان کے ساتھ مواسات کا معاملہ کرنا ہے، لیکن اس طرح نفس کی تہذیب اور برے اخلاق سے اس کا تزکیہ کرنا ہے، روزہ کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے ''تم پر روزے فرض کئے گئے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم پرہیزگاروں والی زندگی اختیار کر سکو''۔

یہاں پر پرہیزگاری کا مقصد اللہ تعالی کے احکام کو ماننا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکنا ہے، اسی لئے نبی پاک صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ''جوجھوٹی بات کواوراس پرعمل کرنے کونہ چھوڑے تواللہ کواس کے بھوکہ رہنے کی ضرورت نہیں''، توجس شخص کا روزہ اس کے نفس پراورلوگوں کے ساتھ اس کے اخلاق میں مؤثر نہ ہو، تواس کے روزہ کا مقصد حاصل ہی نہیں ہوا، اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن کی ترازو کوحسن اخلاق کے سوا کوئی چیز وزنی نہیں کرسکتی''، اورحسن اخلاق کا حامل انسان نمازاورروزے دار کے درجے کوپہنچ جاتا ہے، ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''اکثر وہ چیز جس کے سبب سے انسان سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا، وہ اللہ کا تقوی اورحسن خلق ہے''، ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم میں سے کل قیامت کے دن میرے زیادہ قریب اورمحبوب وہ شخص ہوگا جواخلاق کے اعتبار سے بہتر ہوگا''۔

اسلام میں اخلاق کی متعدد خصوصیات ہیں، جن کی وجہ سے یہ دین ممتاز معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالی نے لوگوں کومختلف شکلوں، مختلف رنگوں اورمختلف زبانوں کا حامل بنایا، سب کواپنی میزان میں برابرقراردیا کہ کسی کوکسی دوسرے پرکوئی فضیلت نہیں سوائے اس کے ایمان اورتقوی کے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرداورایک عورت سے پیدا کیا، اورتمہیں خاندان اورقبائل میں تقسیم کیا، یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کوپہچان سکو، تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جواللہ کا سب سے زیادہ لحاظ کرنیوالا ہے'' اوراخلاق حسنہ ہی ایک ایسا جوہر ہے جوایک مسلمان کا تعلق تمام لوگوں سے برابرکرتا ہے، جس میں امیروغریب، اونچ نیچ، اورکالے گورے، اورعربی وعجمی کا کوئی فرق نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے ہمیں تمام لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کا حکم دیا ہے، توانصاف، احسان، اوررحمت یہ مسلمان کے وہ اخلاق ہیں جواس کی زندگی میں، مسلمانوں اورغیرمسلموں کے ساتھ مثالی کرداراداکرتے ہیں اورغیرمسلموں میں دعوت دینے کا بہترین فریضہ انجام دیتے ہیں۔

اللہ تعالی نے ہمیں صرف انسانوں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ حیوانات کے ساتھ بھی اچھے اخلاق سے پیش آنے کی ہدایات دی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ایک عورت نے ایک بلی کوپکڑے رکھا اوروہ بھوک کی وجہ سے مرگئی، جس کی وجہ سے وہ عورت جہنم میں گئی'' اورایک حدیث میں ارشادفرمایا کہ ''ایک آدمی چلا جارہا تھا، اسے پیاس لگی تووہ ایک کنوئے پرگیا، اس نے کنوئے میں اترکرپانی پیا، پھرباہرنکلا تودیکھتا ہے کہ ایک کتا پیاس کی وجہ سے ہانپ رہا تھا، اس آدمی نے اس کتے کوبھی پانی پلایا، اللہ تعالی نے اس کے اس عمل کوقبول کیا اوراس کی مغفرت فرمادی'' صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا جانوروں میں بھی ہمارے لئے اجرہے؟ فرمایا ''ہاں ہردل وجگررکھنے والے کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اجر ہے''۔

بلکہ اسلام توماحولیات، فضااورزمین پرحالات کےٹھیک رکھنے، امن کے باقی رکھنے کے سلسلہ میں بھی ہدایات دیتا ہے، اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے: ''اللہ تعالی فسادکوپسندنہیں کرتا'' زمین کوآبادکرنے کے سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا کہ ''اگر قیامت آجائے اور آپ کے ہاتھ میں پودا ہوتو اگر آپ سے ممکن ہوسکے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اس پودے کو لگاسکو تو لگادو'' اللہ کی زمین کو گندگی سے بھی صاف رکھو، سڑکوں، شاہراہوں، عام پبلک کی جگہوں، اسٹیشنوں، بس اڈوں، سرکاری وغیر سرکاری، اپنی اور پرائی ہر جگہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں، پاکیزگی کا ماحول بنائیں، اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، جس میں پورا Life System ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتا ہے، یہاں تک کہ گھر والوں کے ساتھ کیسے رہیں، اس سلسلہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم میں سب سے بہتر ہوں''۔

❁❁❁❁❁ ❁❁❁❁❁

تجارت کے سلسلے میں ہدایات دیں کہ اس میں بھی ظلم وزیادتی نہ ہو، اور ایسا کرنے پر سخت سزا کا حکم دیا، اور قرآن میں فرمایا کہ'' ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ناپ تول میں کمی زیادتی کرتے ہیں کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب لوگوں کو تول کر دیتے ہیں تو ڈنڈی مارتے ہیں''، صنعت وحرفت میں بھی اچھا معیار قائم کرنے کی ہدایت دی ہے، کہ اچھا مال دینا چاہئے، دھوکہ نہیں کرنا چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسل نے فرمایا کہ'' اللہ تعالی پسند کرتا ہے جب تم میں سے کوئی کام کرے تو وہ اچھا کرے'' غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں تمام اخلاق فاضلہ کو اختیار کرے، اخلاق رذیلہ سے احتیاط کرے، یہاں تک کہ جنگ کے موقعہ پر بھی اخلاق کا درس اور انصاف کا پیمانہ ہاتھ سے نہ جانے دے، دشمنوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کرے، ان پر ظلم وزیادتی سے احتراز کرے، اللہ تعالی نے فرمایا کہ'' تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر مجرم نہ بنائے کہ تم انصاف نہ کرو، بلکہ تم انصاف کرو، یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے''۔

❁❁❁❁❁ ❁❁❁❁❁

یہ ہیں وہ اعلی اخلاق جن کی تکمیل کے لئے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں کو حاوی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت کو اپنے اعلی اخلاق سے متأثر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کریم کی تعلیمات کی عملی تفسیر تھی، اسی لئے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں گواہی دی کہ'' آپ اعلی اخلاق پر فائز ہیں'' یہی انسانیت کی تکمیل ہے، اس لئے ہر ایک مسلمان کو با اخلاق ہونا چاہئے، یہی مطلوب ومقصود ہے، یہی انسانیت کا اعلی سبق اور عظیم پیغام ہے، اللہ تعالی ہم سب کو اعلی اخلاق اختیار کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

❁❁❁❁

عظمت رفتہ

امتِ مسلمہ کی طاقت کہاں کھوگئی ہے؟

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

پچھلے ساٹھ برسوں میں امت مسلمہ نے اپنی نفسیاتی اور انسانی طاقت کا ایک ایسا جز گنوایا ہے، جوان کے ماضی کی تاریخ کے تمام ادوار میں ان کے پاس محفوظ رہا تھا، ان کی طاقت کا یہی جز، ان کی عظیم طاقت کی بنیاد اور کلید تھی، جس کے ذریعے وہ ہر باہری حملہ کا مقابلہ کرتی تھی اور اسی طاقت کی کارفرمائی تھی کہ مسلمان اپنی امت اور اپنے عقیدے کی بنا پر خارجی طاقت اور فوجی مشن کے مقابلے میں کوہ گراں ثابت ہوتے تھے، یہ طاقت اتنی زبردست تھی کہ جب سے اسلام کا آفتاب اس عالم وجود اور اس کائنات میں طلوع ہوا، اس وقت سے لے کر آج تک دشمن اور اغیار خوف کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ اس طاقت کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے رہے ہیں، مسلمانوں نے اسی طاقت کی بدولت خیر و بھلائی، جاہ و عزت، شان و شوکت، قوت و دبدبہ اور وقار و احترام حاصل کیا اور لوگوں کے دلوں میں بس گئے۔

یہ بیش بہا اور عظیم طاقت جسے مسلمانوں نے کھودیا، وہ ہے اسلامی اقدار پر مضبوط اور غیر متزلزل ایمان و یقین اور اسلام کے بھیجنے والے اور لانے والے یعنی خدا اور رسول سے مخلصانہ محبت اور وفاداری، تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ مسلمانوں کا ظہور اسلام کے وقت سے ہی محبت کے ان دونوں مرکزوں سے قلبی تعلق اور دلی ربط رہا ہے اور اسی طاقت نے ان کے اندر ایسا جذبہ اور قلبی ربط پیدا کیا کہ وہ جس قدر بھی اسلام کے اوامر کی تعمیل سے دور ہوئے ہوں، اس کے احکام پر عمل میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہوں اور اس کے تقاضے پورا کرنے میں سستی و کاہلی میں مبتلا ہوئے ہوں؛ لیکن کسی بھی حال میں ان کا رشتہ اللہ تعالی، اس کے رسول اور اس کے دین اسلام سے کمزور نہیں ہونے پایا، چنانچہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت جوان کے دلوں میں پائی جاتی ہے، یہی وہ چیز تھی جس کو سب سے آخر میں زوال آسکتا تھا اور یہی ان کی وہ خصوصیت اور خوبی تھی جس کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہے ہیں، اور اسی سے ان کے دشمنوں اور دوستوں نے یکساں طور پر ان کو جانا پہچانا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب تمام دوسرے ذرائع ابلاغ اور وسائل ناکام اور بے سود ثابت ہوجائے تو اس وقت یہی واحد طاقت ہوتی جس کا قائدین اور زعماء سہارا لیتے اور امت اسلامیہ کو اسلام اور اس کے مقدس مقامات اور شعائر کی مدافعت کے لیے ثابت قدم بناتے، یہ طاقت تاریخ اسلامی کے تاریک ترین ادوار میں پیش آنے والے دشوار حالات میں ظاہر ہوئی اور مسلمان قائدین نے سنگین حالات میں اس سے فائدہ اٹھایا، اس کی روشن مثال وہ کامیاب معرکہ جو فلسطین کے مقام حطین میں پیش آیا، جس کی قیادت عظیم مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے کی، اس وقت عرب اقوام کی حالت آج سے بہتر نہ تھی، ان کا شیرازہ منتشر تھا، انتشار و پراگندگی اور اختلافات کا شکار تھے اور اسلامی تعلیمات سے بھی دور تھیں؛ لیکن اسلام کے نام پر مر مٹنے کا جذبہ ان کے اندر موجود تھا اور وہ اپنے کو اسلام کا وفادار کہتے تھے، چنانچہ وہی قوم جو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی تھی، جو ایک مضبوط امت بن گئی اور منتشر اکائیوں سے بدل کر ایک طاقتور اور ٹھوس اکائی ہوگئی، ایسی اکائی جس کی سخت چٹان پر مغربی صلیبی اسلامی دشمن اکائیاں پاش پاش ہوکر رہ گئیں، سوال یہ ہے کہ آخر یہ طاقت، یہ عزم و استقلال مسلمانوں کے اندر کہاں سے آ گیا، اور اس کمزور اور پست قوم کے اندر یہ عزم و اتحاد کہاں سے پیدا ہوا، جس کی وجہ سے وہ ایک کمزور امت سے ایک مربوط اور مضبوط و ناقابل شکست قوم بن گئی، یہ سب کچھ آخر کیسے ہوا، بلاشبہ اس طاقت کا سرچشمہ اسلامی

اقدار پر ایمان راسخ اور عظیم ایمانی منبع سے محبت اور خلوص کے ساتھ لگاؤ تھا، اسی بنیاد کو اسلام کے جانباز مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسلم اقوام اور عالم عربی کے لوگوں میں زندہ اور تابندہ کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی، مسلمانوں کی پوری پچھلی تاریخ میں معنوی طاقت کا یہ چشمہ برابر فیض رسانی کرتا رہا، جس وقت دوسرے تعلقات ختم ہو جاتے تھے اس وقت اللہ اور اس کے رسول کا نام ہی ان کو آپس میں جوڑتا تھا، اس تعلق کی بنیاد پر ان میں استقلال اور ثابت قدمی پیدا ہوئی اور اسلام دشمن طاقتیں اس خطرناک پہلو اور ان پوشیدہ صلاحیتوں سے لرزاں وترساں رہی ہیں۔

یہ خوف اور یہ خطرہ اس صدی کی چھٹی دہائی تک دشمنان اسلام کے دلوں میں باقی رہا، خوفناک ترین نعرہ اللہ اکبر کا تھا، اس خوف اور احساس کا عالم یہ تھا کہ کمزور اور طاقتور دشمنان اسلام بھی ڈرتے تھے، اور مسلمانوں نے اس نعرہ کا خوب فائدہ اٹھایا اور ایک مدت دراز تک جب اسلامی اقدار پر ان کا ایمان راسخ رہا اور تعلق مع اللہ والرسول باقی رہا اس نعرہ سے مستفید ہوتے رہے، لیکن جوں جوں اس ایمان اور تعلق میں ضعف ہوتا گیا اسی قدر آہستہ آہستہ مسلمان اس کے فائدے سے محروم ہوتے گئے اور ان کا نعرہ بھی رفتہ رفتہ کھوکھلا اور بے اثر ہو گیا، اسی لیے جب دشمنوں کو اندازہ ہو گیا کہ اب ان نعروں اور تکبیروں میں جان باقی نہیں رہی اور یہ لوگ محض گفتار کے غازی ہیں کردار کے غازی نہیں رہے، تو ان کے دلوں سے جہاد کی ہیبت دور ہو گئی اور تکبیروں کا خوف جاتا رہا، بلاشبہ امت مسلمہ کی تاریخ کا یہ ایسا زبردست خسارہ اور ایسا نقصان ہے جسکے مقابلے میں بڑے سے بڑے نقصانات کوئی حقیقت نہیں رکھتے، اسی سبب سے اسلام کا رعب ودبدبہ اور مسلمانوں کی شوکت وسطوت اغیار کے دلوں سے نکل گئی۔

اور مسلمانوں کے اندر سے وہ روح بھی نکل گئی ہے جس سے کسی زمانے میں وہ دشمنوں پر فتحیاب اور کامران ہوتے تھے، بس جسم ہے اور انسانی ڈھانچہ، لیکن اگر روح نہ ہو تو جسم خواہ کتنا ہی فربہ اور مسلح ہو کیا سودمند ہوگا؟۔

اغیار کی نظریں ہمیشہ مسلمانوں کی اسی نمایاں صفت پر رہی ہیں، اور ان کی پیہم کوشش یہی رہی ہے کہ ان کے اس عظیم جوہر اور بیش بہا طاقت اور امتیازی صفات سے ان کو دور کر دیا جائے؛ لیکن پچھلی صدیوں میں ان کو ہمیشہ ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا، مگر موجودہ صدی میں ملحدانہ ثقافت اور فاسد تمدن کو پروان چڑھتی ہوئی نئی نسل پر دلکش اور پرکشش نعروں کے ذریعہ مسلط کر کے اور ان کی نفسیاتی اور ذہنی تربیت ایسے انداز سے کر کے کہ وہ ہر قدیم چیز سے متنفر اور اپنے ماضی کے ورثہ سے برگشتہ ہو جائے، اسی لئے دشمن طاقتوں کو اپنے ناپاک ارادوں میں تقریباً کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔

یورپ نے پوری کوشش اس بات پر صرف کر دی ہے کہ ایسے لوگ تیار کئے جائیں جن کا تعلق اپنی امت اور اس کی روشن تاریخ سے صرف قومیت کی بنیاد پر قائم رہے، کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ مسلم لیڈر اور کمانڈر جنہوں نے یورپ کی آغوش میں تربیت پائی ہے وہ اسلامی کشتی کے ناخدا بن سکتے ہیں اور کیا اس کشتی کو بھنور سے نکال کر نجات کے کنارے لگا سکتے ہیں؟ کیا تم کو ایسے لوگوں سے یہ توقع ہے کہ وہ سیاست کی راہوں اور مغربی نصاب تعلیم کے ذریعہ امت اسلامیہ کو اصلی اقدار وقیم سے دور نہ کر دیں گے خدا اور رسول کی محبت دلوں سے نکال نہ دیں گے اور مسلمانوں کے اندر دین کے لیے جو جذبہ کارفرما ہے اس کا خاتمہ نہ کر دیں گے؟

آج افسوس ناک بات یہ ہے کہ مادہ پرست ترقی پذیر یورپ امت مسلمہ پر فتح حاصل کرنے میں تقریبا کامیاب ہو گیا ہے اور اب وہ اس پوزیشن میں ہوتا جارہا ہے کہ وہ خدانخواستہ ان اسلامی طاقتوں کو بھی ختم کر دے جو مسلمانوں کی کامرانی، فتح مندی اور بلندیٔ اقبال کا ذریعہ بنتی ہیں اور جنگی بدولت سنگین اور ناگفتہ بہ حالات میں قدیم مجد وشرف کی طرف واپسی ہوتی رہی ہے۔

❁❁❁

رہنمائے طلبہ

طلبہ تحریک اور ٹریننگ

انجینئر مصطفیٰ محمد طحان .... ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحمید اطہر ندوی

طلبہ تحریک میں تربیت کی اہمیت متعدد اسباب کی وجہ سے دوسرے میدانوں کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہے، جن میں سے اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱-طلبہ تحریک کا دائمی پھیلاؤ اوراسکے کاموں میں وسعت:

طلبہ تحریک کے میدان ہمیشہ پھیلتے رہتے ہیں، ہرروز اس میں نئے میدان کا اضافہ ہوتا ہے، طلبہ کی خدمات ہمیشہ بڑھتی رہتی ہیں اور ہر وقت نئے طلبہ آتے رہتے ہیں۔

طلبہ کے میدان میں کام کرنے والے ہی طلبہ تحریک کے نئے وسائل ہوتے ہیں، دوسرے علاقوں اور شہروں اور مختلف ماحول میں مستقل طور پر نئے شعبوں اور نئی شاخوں کا قیام اس کے علاوہ ہے۔

۲-طلبہ تحریک کے حالات میں ہمیشہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے:

ہرروز طلبہ تحریک نئے حالات سے دو چار ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کی پالیسیوں، منصوبوں، انتظامی ڈھانچوں اور قوانین واصول میں مختلف تبدیلیاں لانا ضروری ہوتا ہے۔

۳-کام کرنے والوں میں بڑی تبدیلیاں:

طلبہ تحریک میں کام کے دوسرے میدانوں کے مقابلے میں ڈیوٹیوں کی مسلسل تبدیلی اوراس میں وسعت ہوتی رہتی ہے، اس میں ترقی بہت جلد ہوتی ہے، اس میں ہرروز نئی قیادتوں کو تیار کرنا، کارکنان کوترقی دینا اور دوسروں کو نئی جگہوں پر منتقل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

٤- مشکلات اورمسائل کی کثرت:

اس لئے کہ یہ زندہ، متحرک اور بہت زیادہ انتاجی کام ہے، ہرقسم کی مشکلات اس میں زیادہ ہوتی ہیں، چاہے عملی مشکلات ہوں یا انتاجی، ان میں سے اکثر مشکلات کا حل تربیت کے ذریعہ ہوتا ہے۔

۵- طلبہ کی خصوصیات اوران کے امتیازات:

یہی ایک ایسا گروپ ہے جو دوسروں کے مقابلے میں تبدیلی کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اوراس کوقبول کرتا ہے اور ہمیشہ ذاتی ترقی اور شخصی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس گروپ کا ذہن کھلا رہتا ہے، اوروہ علم کے حصول میں زیادہ دلچسپی رکھتا ہے، معلومات کو پہنچانے کے اسالیب میں تنوع اور آسان ودلچسپ راستوں کی تلاش میں رہتا ہے۔

٦- طلبہ تحریک کے میدانوں میں تنوع:

چاہے سماجی میدان ہو یا تہذیبی، انتظامی امور ہو یا ورزشی، لازمی طور پرتربیت اوراس کے میدانوں میں تنوع ہونا چاہئے۔

۷- پوری دنیا میں طلبہ تحریک کا پھیلاؤ:

جس کی وجہ سے ملاقات کے وسائل، اصول وضوابط میں یکسانیت، منصوبوں کی تشریح اور تجربات کا تبادلہ کرنا ضروری ہے۔

طلبہ تحریک میں تربیت کی اہمیت:

کاموں کی زیادتی۔

قیادت کی تیاری۔

صلاحیتوں میں اضافہ۔

مستقبل کی تیاری۔

مشکلات کا حل۔

اصولوں میں یکسانیت۔

منصوبوں کی وضاحت۔

مسلسل تبدیلی۔

تربیت کی قسمیں:

تربیت کوکئی اعتبار سے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) جگہ کے اعتبار سے یعنی تربیت دی جانے والی جگہوں کے اعتبار سے تربیت۔

(۱) مرکز میں تربیت۔

(۲) مرکز سے ملحق جگہوں میں داخلی تربیت۔

(۳) خارجی جگہوں پر خارجی تربیت۔

(ب) اختصاص کے اعتبار سے تربیت:

(۱) انتظامی تربیت۔ (۲) فنی تربیت۔

(ج) انتظامی معیار کے اعتبار سے تربیت کی قسمیں:

(۱) قائدانہ معیار کی تربیت۔

(۲) درمیانی انتظامی نوعیت کی تربیت۔

(۳) انتظامی نگرانی کی تربیت۔

(۴) ایگزیکٹیونوعیت کی انتظامی تربیت۔

تربیت کے عام اصول:

(۱) تسلسل:

تربیت مسلسل کام ہے، اسی طرح اس میں ہونے والی ترقی میں بھی تسلسل پایا جاتا ہے، لیکن افراد اور اوقات کے اعتبار سے اس ترقی کے درجات بھی مختلف ہیں۔

(۲) امکانات:

ہر چیز تعلیم کے قابل ہے، زبان سے لیکر معلومات، صلاحیتوں، قدروں، ذاتی خصوصیات اور رجحانات تک۔

(۳) شخصیت:

ترقی شخصی اور ذاتی کام ہے، پیش کردہ ٹریننگ اور تربیت سے استفادہ کرکے اپنی ذات کو ترقی دینے کا سب سے پہلے ذمہ دار فرد ہی ہے۔

(٤) هم آهنگی:

اس کے ساتھ ترقی ایک مشترک کام ہے، اس میں ٹریننگ دینے والے اور لینے والے میں ہم آہنگی ہونا ضروری ہے، تربیت کے نتائج کا انحصار فائدہ پہنچانے اور حاصل کرنے میں دونوں کی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔

(٥) ایک سے دوسرے کی تکمیل ہوتی ھے:

تربیت کی تمام قسمیں افراد کی ذاتی ترقی کا ذریعہ ہیں، کیونکہ ان کی تکمیل ایک دوسرے کے ذریعہ ہوتی ہے، مثلاً فنی پہلوؤں سے عملی پہلوؤں کی تکمیل ہوتی ہے، اسی طرح عملی پہلوؤں سے عقلی پہلوؤں کی تکمیل ہوتی ہے وغیرہ۔

(٦) عمومیت:

تربیت حاصل کرنے والا تربیت کے نتائج سے اپنے مختلف ذاتی کاموں اور سرگرمیوں میں استفادہ کرتا ہے، مثلاً انتظامی، فنی اور مالی وغیرہ امور میں۔

(۷) اثباتی:

تربیت ایک مثبت کام ہے، اس میں تربیت حاصل کرنے والے کا مرکزی رول ہوتا ہے، اسی وجہ سے دلچسپی کا عنصر اور تعلیم کے اسباب ومحرکات کا پایا جانا بڑا اہم ہے۔

(۸) شمولیت:

تربیت ادنی سے لیکر اعلی ہر انتظامی معیار کو اس کی تربیتی ضرورتوں کے مطابق شامل ہے، اسی وجہ سے تربیت تمام کام کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔

(۹) ذمہ داری:

تربیت دینا ہر ذمہ دار کا فریضہ ہے، یہ ادارہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے منصوبے کا ایک حصہ ہے، اسی طرح ادارے کی مکمل ترقی کا بھی ایک حصہ ہے۔

(۱۰) گھرائی:

تربیت رجحانات اور نظریات میں تبدیلی لانے کا کام کرتا ہے، تعلیم اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب رفتار وکردار میں توازن پیدا ہوتا ہے اور اس سے تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

تربیتی مراکز اور تربیتی شعبے:

یہ تربیتی کاموں کی انجام دہی کے لئے قائم کئے جانے والے مخصوص مراکز یا شعبے ہیں، یہ کسی ادارہ، تنظیم یا کمپنی کے ماتحت رہتے ہیں، اور کچھ آزاد رہتے ہیں، جو مطالبے پر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔

یہ مراکز اور شعبے پوری دنیا میں اداروں اور تنظیموں کے بنیادی حصہ بن گئے ہیں، ہر بڑے ادارے یا علاقائی یا بین الاقوامی تنظیم کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنا ایک خاص تربیتی مراکز یا شعبہ قائم کرے، ہر ملک میں سینکڑوں نہیں تو دسیوں تربیتی مراکز پائے جاتے ہیں، اسی وجہ سے طلبہ تحریک کے اداروں کے لئے اس طرح کے مراکز کا قیام طلبہ تحریک کو ترقی دینے، مستقبل کی بلندیوں کے لئے اس کو تیار کرنے، انسانیت کی کوشش میں تعاون کرنے اور طلبہ تنظیموں کی بہترین تیاری کے لئے ضروری ہے، ان مراکز میں چار طرح کے افراد کام کرتے ہیں، ایک کی دوسرے سے تکمیل ہوتی ہے اور تمام افراد تربیتی مراکز کی خدمات انجام دینے کے لئے تعاون کرتے ہیں، چار قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) منتظم:

مرکز کی پالیسیوں کی تیاری، مقاصد کی تعیین اور مرکز کے مستقبل کے منصوبوں کی تیاری کا کام انجام دیتا ہے، تربیتی پروگراموں کے مقاصد کی تعیین کرتا ہے، سہولتیں فراہم کرتا ہے، اس کی انتظامی کمیٹی کا انتخاب اور انتظام کرتا ہے، بجٹ تیار کرتا ہے، اخراجات کی نگرانی کرتا ہے اور تربیتی پروگرام مرتب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۲) پروگرامر:

تربیتی پروگراموں کا خاکہ تیار کرتا ہے، یعنی تربیتی طریقہ کار کا انتخاب کرتا ہے، تربیتی وسائل کو تیار کرتا ہے، مکمل پروگرام کی شکل میں اسالیب اور وسائل کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے، پروگرام کے نفاذ کے لئے تربیتی مواد فراہم کرتا ہے اور تجربہ کرتا ہے، پھر دوبارہ پروگرام کا اپنے پاس مہیا معلومات اور بیانات کے مطابق خاکہ تیار کرتا ہے۔

(۳) مشیر:

یہ شخص تربیتی، انتظامی اور تنظیمی طور پر بڑا تجربہ کار ہوتا ہے، یہ شخص ادارے کا آدمی ہوتا ہے، یا باہر سے مشیرین کا تعاون حاصل کیا جاتا ہے، یہ شخص کام کی انجام دہی میں آنے والی مشکلات کا تجزیہ کرتا ہے اور اس کے حل پیش کرتا ہے، تربیتی پروگراموں کے مقاصد کو تیار کرتا ہے، اس پر نظر ثانی کرتا ہے، منتظمین اور خاکہ تیار کرنے والوں کو مشورے دیتا ہے اور اپنے تجربات اور اپنی سرگرمیوں اور کاموں سے پروگراموں میں قوت پیدا کرتا ہے۔

(٤) ٹریننگ دینے والا معلم:

معلم پروگرام کے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے طے شدہ پروگرام کو ٹریننگ حاصل کرنے والے میں منتقل کرکے تربیتی پروگرام کو نافذ کرتا ہے، تربیت حاصل کرنے والے کی ذاتی ضرورتوں کا خیال بھی رکھتا ہے، اس کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے خاکے میں ضروری تبدیلیاں کرتا ہے، تدریس میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ہمیشہ اس کے اثرات بیان کرتا ہے، جائزہ پیش کرتا ہے اور تربیتی پروگرام میں مضبوط اور کمزور پہلوؤں سے متعلق منتظم اور خاکہ بنانے والے کے ساتھ تبادلہ خیال کرتا ہے۔

تربیت کے عام اصول وضوابط:

تسلسل واستمرار۔امکانات۔شخصیت۔ہم آہنگی۔کمال۔
عمومیت۔اثبات۔شمولیت۔ذمہ داری۔گہرائی۔

(۱) تربیتی سرگرمیاں:

تربیت کے مندرجہ ذیل چار مراحل ہیں:

(ا) تربیتی ضرورتوں کی تعیین۔

(۲) تربیتی پروگرام کی تیاری۔

(۳) تربیتی پروگرام کا نفاذ۔

(۴) تربیتی پروگرام کا جائزہ۔

(۲) تربیتی ضرورتوں کی تعیین۔

یہ حقائق کو جاننے اور تجاویز اختیار کرنے کا کام ہے، تربیت کے میدان میں کام کرنے والے ادارے کے عاملین کے ساتھ مل کر یہ کام انجام دیتے ہیں، اسکا مقصد انتظامی معیاروں کی تعیین اور ان معیاروں میں ہر ایک معیار کے لئے ضروری تربیت کی نشان دہی کرنا ہے، تا کہ ہر معیار کے افراد مکمل طور پر اپنی ذمہ داریاں نبھا سکیں۔

تربیتی ضرورتوں کی تعیین کے مقاصد مندرجہ ذیل ھیں:

(۱) مسائل اور مشکلات کی تعیین۔

(۲) تجویز کی منظوری کی صورت میں فوائد کے حصول کی تحقیق۔

(۳) تربیت کے لئے منتخب گروپ کی تعیین۔

(۴) اگر تربیت ہی حل ہے تو اس کی تعین۔

(۵) تربیت کے مشمولات اور مناسب تربیتی اسلوب کا انتخاب۔

ضرورتوں کی تعیین سے ادارے کو بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں، ان میں سے کچھ ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں:

۱- تربیت کے مقاصد کو ادارہ کے موجودہ اور آئندہ کے مقاصد کے ساتھ جوڑنا۔

۲- مقاصد کے حصول کے لئے بروئے کار لائے جانے والے کاموں کی تعیین۔

۳- کاموں کے نفاذ کے لئے علم ومعرفت، مہارت اور صلاحیت کے معیار کی تعیین۔

۴- تربیت کے مشمولات پیش کرنے کے اسلوب، افراد اور ادارے کے لئے مناسبت کی تعیین۔

۵- تربیت کے تجزیے کے اصولوں کی تعیین۔

تین اقدامات سے تربیتی ضرورتوں کی تعیین مکمل ہوتی ہے:

(الف) معلومات کو جمع کرنا:

مندرجہ ذیل امور کو جمع کر کے معلومات کی بڑی مقدار جمع کی جاتی ہے:

ادارہ کے مقاصد، اس کی پالیسیاں، اس کے موجودہ اور آئندہ کے منصوبے، اس کا نظم ونسق، اس کا انتظامی ڈھانچہ اور اس کے اصول وضوابط۔

کارکنان کے کردار سے متعلق مسائل اور کام میں پیش آنے والی مشکلات اور رکاوٹوں کے بارے میں معلومات۔

تین اقدامات کے ذریعے معلومات جمع کی جاتی ہیں:

۱- تربیتی ضرورتوں کی تعیین کی نوعیت ومقدار اور ادارہ کی ضرورتوں اور مقاصد کے مطابق جمع کی جانے والی معلومات کی تعیین۔

۲- معلومات حاصل کرنے کے مصادر کی تعیین، جو مندرجہ ذیل تمام مصادر یا چند مصادر پر مشتمل ہوتا ہے:

ادارے کے کارکنان۔

صدور وذمہ داران۔

پروگرام میں شرکت کرنے والے سابق افراد۔

موضوع سے باخبر افراد۔

ادارے میں کام کرنے والے یا اس سے استفادہ کرنے والے۔

موضوع سے متعلق ریکارڈس اور ضروری کاغذات۔

تیار شدہ بیانات، رپورٹیں اور فائلنگ کے اصول۔

معلومات جمع کرنے کے وسائل کی تعیین، جو مندرجہ ذیل ہیں:

ذاتی ملاقاتیں۔

سروے۔

اجتماعی ملاقاتیں۔

فون کے ذریعہ معلومات حاصل کرنا۔

نگرانی۔

کام کی جگہیں۔

(ب)بیانات کا تجزیہ:

اس میدان میں کام کرنے والی کمپنی جمع شدہ معلومات کا تجزیہ ترتیب وار تین مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے:

۱- مشکلات کی تعیین اور کام میں رکاوٹ ڈالنے والی اور پیداوار پر اثر انداز ہونے والی تمام مشکلات کی باریکی کے ساتھ وضاحت۔

۲- مشکلات کا تجزیہ تاکہ اس کی حقیقی اسباب کو معلوم کیا جائے اور ان کا حل پیش کیا جائے۔

۳- مشکلات کی تقسیم، کیونکہ ہر مشکل کا حل تربیت کے ذریعے ہی نہیں ہوتا، اسی وجہ سے مشکلات کی دو قسمیں کرنا ضروری ہے:

تربیت کے ذریعہ حل ہونے والی مشکلات: ذمہ داریوں (یعنی متوقع معیار) اور کارکنان کے موجودہ رول کے معیار (یعنی موجودہ معیار) کے درمیان فاصلہ ہونے کی وجہ سے یہ مشکلات پیش آتی ہیں۔

تربیت کے ذریعے حل نہ ہونے والی مشکلات: اس کے حل کے لئے دوسرے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں، مثلاً انتظامی قرار دادوں یا ڈھانچے کی از نو تیاری، بیٹھک، محاضرہ یا اجلاس وغیرہ منعقد کر کے تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

(ج) تربیتی ضرورتوں کی تیاری مندرجہ ذیل امور کی تعیین سے ہوتی ہے:

مطلوبہ مہارتوں کی تعیین (عمل)۔

مطلوبہ علوم ومعارف کی تعیین (معلومات)۔

مطلوبہ صلاحیتوں کی تعیین (صفات واعتقادات)۔

تربیتی نتائج کی تعیین (مطلوبہ کردار کی تعیین)۔

انتظامی معیاروں کی وضاحت اور تربیتی نقشے کی تیاری سے تربیتی ضرورتوں کی تعیین کا کام مکمل ہوتا ہے۔

۲- تربیتی پروگرام کا خاکہ:

انتظامی کاموں کا یہ دوسرا مرحلہ ہے، بنیادی طور پر پروگرام کا خاکہ بنانے والا مشیر اور منتظم کے مشورے سے اس کام کو انجام دیتا ہے اور خاکہ بنانے والا معلم کی طرف سے پروگرام کے خاکے کے سلسلے میں پیش کردہ معلومات کو قبول کرتا ہے، تاکہ مناسب معیار تک پہنچنے کے لئے خاکے پر نظر ثانی کی جائے۔

خاکہ بنانے کا مقصد پروگرام کے نفاذ کے لئے مکمل منصوبہ کی تیاری ہے، اس میں مقاصد سے لیکر بجٹ، ٹریننگ دینے والا اور ٹریننگ حاصل کرنے والا اور تربیتی مواد وغیرہ شامل ہیں۔

خاکہ مندرجہ ذیل نو اقدامات سے مکمل ہوتاھے:

۱- ٹریننگ دینا مقصود انتظامی معیار کی بنیاد پر پروگرام کے تربیتی مقاصد اور اس کے متعلق مخصوص تربیتی ضرورتوں کی تعیین۔

۲- ان تمام کورسس پر مشتمل تربیتی پروگرام کے مشمولات کی تعیین جن کے نفاذ سے پروگرام کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

۳- تربیتی اور علمی مواد کی تعیین، چاہے وہ پہلے سے پروگرام کے مقاصد کے مطابق تیار کیا گیا ہو، یا پروگرام کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا ہو۔

۴- تربیت کے طریقوں اور اس کی نوعیت کا اس طور پر انتخاب کہ یہ تربیت کا کام کرنے کی جگہ پر ہوگی یا داخلی یا خارجی ہوگی، ٹریننگ کا انتظامی معیار کیا ہوگا اور پروگرام میں فنی تربیت اور انتظام تربیت کا فیصد کیا ہوگا؟۔

۵- پروگرام کے مقاصد، تربیت کی نوعیت، متعلّم ومعلم کی خصوصیات کے مطابق تربیتی وسائل اور اسلوبوں کا انتخاب۔

۶- تربیت کے لئے مناسب جگہ کی تعیین۔

۷- تربیت کے لئے مناسب وقت کی تعیین۔

۸- پروگرام کے مقاصد کے مطابق ٹریننگ حاصل کرنے والوں کا انتخاب۔

۹- بجٹ کی تیاری۔

❁❁❁❁

راہ عمل

نئی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت

پروفیسر محسن عثمانی ندوی، دہلی

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی اور سماجی رہنمائی کا کام مشوروں اور اپنی اصابت رائے کے ذریعہ مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا، جمعیۃ علماء ہند نے انجام دیا جس کی قیادت مولانا حفظ الرحمٰن اور مفتی عتیق الرحمٰن صاحبان کے ہاتھ میں تھی، یا کسی درجہ میں مسلم مجلس مشاورت نے انجام دیا، جس کی قیادت ڈاکٹر سید محمود کے ہاتھ میں تھی، بعد میں اس کی قیادت سید شہاب الدین کے ہاتھ میں آئی، شمالی ہندوستان میں آل انڈیا مسلم مجلس نے سیاسی بیداری کا انجام دیا، جس کی قیادت ڈاکٹر عبدالجلیل فریدی کے ہاتھ میں تھی، کیرالا میں مسلم لیگ اور حیدرآباد میں مجلس اتحاد المسلمین اور آسام میں مولانا بدرالدین اجمل کی پارٹی فعال اور کارساز سیاسی جماعت ہے، بہار میں مولانا سجاد نے آزادی سے پہلے انڈپنڈنٹ بنائی تھی اس طرح مسلمانوں نے سیاسی شعور اور فکر کی بالیدگی کا ثبوت مختلف طریقوں سے دیا، تقسیم کے بعد کے جانگسل واقعات کے بعد امت مسلمہ کچھ نہ کچھ حرکت میں ضرور رہی لیکن وہ ایک بگولے کی طرح مضطرب بے چین اور برباد رہی، وہ ہاتھ پیر مارتی رہی؛ لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھی نہیں رہی، مذہبی میدان میں تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی سرگرم عمل رہی، امارت شرعیہ بہار میں متحرک رہی، مسلم پرسنل لا بورڈ شریعت کی حفاظت کے لئے مخالف طاقتوں کے سامنے سد سکندری بنا رہا، خانقاہوں کا اور دینی مدارس اور دینی تعلیمی کونسل کا بھی رول رہا۔

مولانا علی میاں ندویؒ نے پیام انسانیت کے پلیٹ فارم سے برادران وطن کو شرافت اور انسانیت کی دعوت دی، بحیثیت مجموعی امت مسلمہ غافل اور بے حسی اور بے شعوری کا شکار نہیں رہی، اگر ملت کے افق پر کامیابی کا کوئی ستارہ روشن نہیں ہوا تو اس کی وجہ علماء اور قائدین کی بے شعوری نہیں تھی بلکہ حالات کی سنگینی تھی، برادران وطن کی طرف سے مسلم دشمنی اور فرقہ پرستی کا رویہ تھا، فسادات کی آگ میں مسلمانوں کو جھونکا جاتا تھا اور تقسیم ملک کے بعد مصائب کے بادل کا امنڈ امنڈ کر چھا جاتا تھا، ملک کی تقسیم کم از کم ہندوستانی مسلمانوں کے لئے صرف اور صرف خسارہ کا سودا رہی ہے، انگریزوں کی حکومت اور اس کے بعد کے دور میں جو آزاد ہندوستان کا دور ہے مسلمانوں کی حیثیت ایک ملبہ کے ڈھیر کی ہوگئی تھی اور صورت حال میں اب تک کوئی بڑا فرق نہیں آیا ہے، وہ جو کبھی خسروئے اقلیم تھے ان کی زبان، تہذیب، تمدن، مذہب اور جان و مال ہر چیز معرض خطر میں تھی، حکومت کا چراغ پہلے ہی گل ہو چکا تھا، معاشی طاقت بھی ختم ہوگئی تھی، فسادات نے مسلمانوں کو پروانے کی خاک بنا ڈالا تھا، رنگاناتھ مشرا کمیشن اور سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی حیثیت دلتوں سے بھی بدتر ہوگئی ہے، کمیٹی کی سفارشات پر بھی عمل اس لئے نہیں ہوسکا کہ مسلمانوں کے لئے کوئی مسلسل آواز بلند کرنے والا نہیں، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد پہلے ہی چھینی جاچکی ہے، اور اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جارحیت کی زد میں ہے، انکاؤنٹر اور بے جا گرفتاریوں اور دہشت گردی کے الزامات کا بھی مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے زیادہ بے عقلی کی کوئی بات نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ ”مسلمان ترقی کر رہے ہیں“ ایسی بات اسی شخص کی زبان سے نکل سکتی ہے جو ذہنی اور فکری طور پر مفلس ہوگیا ہو یا غباوت کی بلندترین چوٹی پر فائز ہو۔

موجودہ افسوسناک صورت حال سے باہر نکلنے کے لئے اس ملک

میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت بہت ضروری ہے، اور یہ سیاسی طاقت کیسے بحال ہو؟ اس پر علماء اور قائدین اور دانشوروں کو غور کرنے کی ضرورت ہے، اس بات کی دانستہ کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان کم سے کم تعداد میں پارلیمنٹ اور اسمبلی میں پہنچیں، جن علاقوں سے مسلمانوں کا جیتنا یقینی تھا ان کو رزرو کونسٹی بنا دیا گیا، مسلمان سیاسی دانشوروں نے ظلم وزیادتی سے بچنے کے لئے اور جانکسل حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے کئی بار مسلم جماعتوں کا وفاق بنایا، مثال کے طور پر مجلس مشاورت اور ملی کونسل، لیکن ابھی تک ان کی سرگرمیاں ان کے دفتروں تک محدود رہی ہیں اور ان کا کوئی وزن ملک میں محسوس نہیں کیا گیا اور مسلمانوں کا کوئی مسئلہ وہ حل نہیں کر سکیں اور ان کے وجود سے مسلمانوں کی سیاسی طاقت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، حالانکہ مسلمانوں کی سیاسی طاقت میں اضافہ ہی ان کے موجودہ مشکل مسائل کا حل ہے اور مسلمانوں کے موجودہ تمام مسائل سیاست میں ان کی بے وزنی کی وجہ سے پیش آتے ہیں، اس بے وزنی اور ہلکے پن کو ختم کرنے کے لئے اور جارحیت کا دفاع کرنے کے لئے مسلم جماعات کا ادغام اور انضمام نہیں بلکہ باہمی تعاون اور اشتراک ضروری ہے، اور خدمت خلق اور فیض رسانی، نفع رسانی اور راحت رسانی کے ذریعہ برادران وطن کی تالیف قلب کی ضرورت ہے، قرآن وحدیث میں خدمت انسانیت اور نفع رسانی اور دل بدست آوری اور حسن اخلاق کے جتنے احکام اور فضائل ہیں اتنے بائبل میں بھی نہیں ہیں؛ لیکن بائبل کے ماننے والے خدمت خلق کا جتنا کام کرتے ہیں، قرآن وحدیث پر ایمان رکھنے والے اس کا عشر عشیر بھی نہیں کرتے ہیں، خدمت خلق کے ذریعہ سے برادران وطن کے دلوں کو فتح کیا جا سکتا ہے۔

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں مسلمان کہیں پندرہ، کہیں بیس اور کہیں تیس فی صد ہیں، اور کہیں اس سے بھی زیادہ ہیں، اگر یہ تعداد تعلیم میں اور معیشت میں طاقتور ہو اور برادران وطن سے اس کے مضبوط سماجی تعلقات ہوں اور اس کے مناسب نمائندگی اسمبلی اور پارلیمنٹ میں ہو تو مسلمان اپنا سیاسی وزن منوا سکتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کا اصل ایجنڈا دینی اور اخلاقی تربیت وتعلیم کے ساتھ عصری تعلیم اور معیشت میں ترقی ہونا چاہئے اور پھر برادران وطن کے ساتھ روابط کے ذریعہ قانون ساز اداروں میں ان کی مناسب نمائندگی ہونا چاہئے، مسلمانوں کو مصائب اور جانکسل حالات کے دلدل سے نکالنا ایک دینی کام ہے، اور اس کام کو دینی کام نہ سمجھنا اور صرف ذکر وفکر، صبح گاہی کی تلقین کرنا فکر ونظر کی خامی ہے، افسوس ہے کہ ایسے خام فکر ونظر کے علماء موجود ہیں جو تعلیمی اور معاشی ترقی کو اور سیاست میں حصہ داری کو دنیا داری کا کام سمجھتے ہیں، یہ سب قصور اس بے شعوری کے ماحول کا ہے جس میں وہ رہتے ہیں اور جس میں انہوں نے تربیت پائی ہے، جس کی وجہ سے انہیں سیاسی طاقت کی دینی اہمیت سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

مختلف قوموں اور تہذیبوں اور مذہبوں کے ملک میں مسلمان تن تنہا اپنی اس سیاسی طاقت کی تشکیل نہیں کر سکتے جو ان کو پارلیمنٹ اور اسمبلیوں اور قانون ساز اداروں تک پہنچائے اور شریک حکومت کرے، اس کے لئے برادران وطن سے اور خاص طور پر دیگر اقلیتوں سے اور پسماندہ طبقات سے رابطہ استوار کرنا ضروری ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ سماج کے کمزور طبقات ہمیشہ حق کو قبول کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں، دوطرفہ تعلقات کی استواری مسلمانوں کی دینی اور دعوتی ضرورت بھی ہے، صفا کی پہاڑی سے جب پیغمبر اسلام نے آواز دی تھی تو قریش مکہ کے سربرآوردہ لوگ اس آواز پر جمع ہوگئے تھے، اب اگر مسلمان غیر مسلموں کو بلائیں تو مشکل سے چند لوگ جمع ہوں گے، اب وہ رابطہ ٹوٹ گیا ہے، اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کمیونیکیشن گیپ ہوگیا ہے، پہلی فرصت میں اس حائل خلیج کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، تمام مسلم جماعتوں، تنظیموں اور اداروں کے پاس غیر مسلموں سے رابطہ کا ایک اہم، سرگرم، کارگر، کارگزار اور کارپرداز اور متحرک اور فعال شعبہ ہونا چاہئے، اس شعبہ کے قیام اور اس عظیم کام

کا مقصد اسلام اور مسلمانوں سے برادران وطن کو قریب کرنا ہے اور ضرورت مندوں کی خبر گیری کرنا ہے اور رفاہی کام بھی انجام دینا ہے، اگر اس منصوبہ کا مقصد تالیف قلب ہے اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنا ہے اور اسلام کے لئے کشش پیدا کرنا ہے اور دشمنوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ کرنا ہے تو ''مؤلفۃ القلوب'' کی مد کی زکاۃ بھی اس پر خرچ کی جاسکتی ہے۔

دینی ادارے مسلمانوں سے زکوۃ کی رقم وصول کرتے ہیں اور اب بہت سے ادارے تملیک کے حیلہ اور کسی تکلف کے بغیر عمارتوں کی تعمیر پر اور تنخواہوں پر زکوۃ کی رقم خرچ کرنے لگے ہیں، اس لئے زکوۃ کا کچھ حصہ مسلم جماعتیں ''مؤلفۃ القلوب'' کے مد کے لئے مخصوص کرسکتی ہیں اور اس حصہ کو مسلمانوں کو جارحیت سے بچانے اور سیاسی طاقت کے حصول پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ سیاسی طاقت کا حصول اور جارحیت کا دفاع دلوں کو فتح کئے بغیر اور برادران وطن کو قریب کئے بغیر ممکن نہیں ہے، قرآن میں زکوۃ کے مصارف میں مؤلفۃ القلوب کا ذکر آیا ہے، یعنی تالیف قلب کے لئے بھی زکوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے، کسی کو غلط فہمی نہ ہو کہ ہم زکوۃ کو غیر مسلموں کو عمومی طور پر دینے کی حمایت کررہے ہیں، لیکن زکوۃ کے مصارف میں مؤلف القلوب کی مد بھی شامل ہے جو خاص طور پر غیر مسلموں کے لئے ہے اور جسے حضرت عمر نے یہ کہہ کر ختم کردیا تھا کہ اب اسلام کو عزت اور طاقت حاصل ہوگئی ہے، اب اس کی ضرورت نہیں، لیکن ظاہر ہے کہ اسلام کی بے کسی اور مسلمانوں کی بے بسی جب بھی دوبارہ واپس آئے گی تو لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنے اور مسلمانوں کو اصحاب اقتدار کے شر سے بچانے کے لئے زکوۃ کی اس مد کا دوبارہ استعمال درست ہوگا، اس مد کا استعمال انفرادی طور پر مسلمان نہ کریں بلکہ مسلمانوں کی جماعتوں کو یہ حق دیا جائے، یعنی جمعیۃ علماء ہند، جماعت اسلامی، وحدت اسلامی، امارت شرعیہ، مسلم مجلس مشاورت اور ملی کونسل، مسلم پرسنل لابورڈ اور اتحاد المسلمین جیسے اداروں کو یہ حق دیا جائے جو ہندو تنظیموں کے لیڈروں کو اور ہندوؤں کے سماجی قائدین کو اپنے یہاں مدعو کرسکیں اور ان سے رابطہ استوار کرسکیں، تبادلہ خیال کرسکیں، مذاکرات کرسکیں، شروع اسلام کے زمانہ میں بھی یہ کام ہیڈ آف دی اسٹیٹ کی طرف سے ہوتا تھا، انفرادی طور پر نہیں ہوتا تھا، آج مسلمانوں کی جماعتیں بہت قابل قدر کام کررہی ہیں، مثال کے طور پر جھوٹے الزامات میں مسلمانوں کی گرفتاریاں ہوئیں، جمعیۃ علماء ہند نے کیس لڑکر بے قصور لوگوں کو رہائی دلائی، بلاشبہ یہ قابل قدر کام ہے، لیکن جمعیۃ علماء کے پاس اس کا کیا منصوبہ ہے کہ سرے سے گرفتاریاں نہ ہوں اور پولیس کا ظلم نہ ہو اور مسلمانوں کے خلاف فرقہ پرستی ختم ہو۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ کام سیاسی طاقت حاصل کئے بغیر نہیں ہوسکتا ہے اور سیاسی طاقت کے لئے باہمی اتحاد کے ساتھ برادران وطن کے دلوں کو جیتنا اور مخالفوں کو بے اثر کرنا ضروری ہے اور میرے نزدیک اس کام کے لئے مؤلفۃ القلوب کی مد زکوۃ استعمال ہوسکتی ہے، یہ تجویز باشعور علماء دین اور مفتیان شرع متین کے غور وتدبر کیلئے ہے کہ اس مسئلہ پر علماء سلف مختلف الخیال ضرور رہے ہیں؛ لیکن امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کی مد ختم نہیں ہوئی ہے، بعض علماء احناف کی رائے بھی یہی ہے، امام ماورویؒ نے یہی رائے ''الاحکام السلطانیہ'' میں لکھی ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ جو چیز قرآن سے ثابت ہے، اس کے خلاف اگر کوئی اجماع ہو جب بھی وہ چیز ختم نہیں ہوسکتی ہے، اگر برادران وطن سے رابطہ کا کام دینی اداروں اور جماعتوں کے ذریعہ ہوتو ایمان اور اخلاق کی خوشبو بھی پھیلے گی اور پیام انسانیت کی تحریک کو بھی فروغ حاصل ہوگا، اور لوگ اسلام کے اندر کشش بھی محسوس کریں گے، مسلمانوں کے بارے میں اچھا تاثر بھی قائم ہوگا، اور مسلمانوں کے بارے میں جو غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں اس زہر کا تریاق مہیا کیا جاسکے گا، فرقہ پرستی کے سیلاب کو روکا جاسکے گا اور مسلمانوں کی سیاسی بے وزنی اور حاشیہ نشینی ختم کی جاسکے گی، مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے لئے اور وقار

اعتبار حاصل کرنے کے لئے اوران کے جائز مطالبات کی حمایت کے لئے جمہوریت کے اس دور میں ملک کے باشندوں کی ہم نوائی ضروری ہے، ہم یہاں مسلمانوں کی الگ سیاسی پارٹی کے موضوع پر کچھ کہنا نہیں چاہتے ہیں؛لیکن مسلمان اگر اپنی سیکولر سیاسی پارٹی بنائیں تب بھی کامیابی اکثریت کوساتھ لئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی ہے، چار میناراور اس کے چاروں اطراف مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ایک استثنائی حیثیت رکھتا ہے، جہاں برادران وطن کے ووٹ کے بغیر بھی مسلمان الیکشن جیت سکتے ہیں،مسلم تنظیموں اوراداروں کو بدلے ہوئے حالات میں نئی حکمت عملی اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ قانون ساز اداروں میں برادران وطن کے تعاون سے ایسے مسلمانوں کو پہنچائیں جوحق کے لئے آواز بلند کرسکیں اور مسلمانوں کے لئے ریزویشن اوراس جیسے دوسرے مسائل پر اپنی زبان کھول سکیں، خاموش تماشائی نہ رہیں، یہ بنیادی بات گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ جب تک مسلمانوں کے پاس قابل لحاظ سیاسی قوت موجود نہ ہوگی ان کے زخم مندمل نہیں ہوں گے، یہی مفہوم اقبال کے اس شعر کا ہے: ؎

حفاظت پھول کی ممکن نہیں ہے
اگر کانٹوں میں ہوخوئے حریری

موجودہ سنگین حالات میں مسلمانوں کی حکمت عملی کے یہ تین پہلو ہیں جن پر پوری توجہ کی ضرورت ہے:

۱- نئی نسل کی دینی اور اخلاقی تربیت اور کردار سازی کی طرف توجہ۔

۲-مسلمانوں کی تعلیم اورمعیشت کی طرف توجہ۔

۳- برادران وطن سے تعلقات قائم کرنے اوران کے دلوں کو جیتنے کی طرف توجہ اوراس کام کے لئے مسلم جماعتوں اور تنظیموں کی جانب سے بہتر منصوبہ بندی۔

❀❀❀

غـــــزل

نوک قلم

حافظ عبدالستارعزیزی سابق مدیرانتظامی ''نقوش اسلام''

کیا رکھیں کوئی تعلق ایسے نادانوں کے ساتھ
جن کو ہمدردی ہو اپنوں سے نہ بیگانوں کے ساتھ

دوریاں مٹ جائیں ساری، سیکھ لے انساں اگر
جو صراحی کا عمل ہوتاہے پیمانوں کے ساتھ

گھر کی رونق آ کے بازاروں میں رسوا ہوگئی
پھول کی زینت تو وابستہ تھی گلدانوں کے ساتھ

اس چمن میں آج اپنی قدرو قیمت کچھ نہیں
خون سے سینچا تھا ہم نے جس کو ارمانوں کے ساتھ

نام لیوا کیا تیرے یوں ہی فنا ہوجائیں گے
اور کتنا ظلم ہوگا تیرے دیوانوں کے ساتھ

اے مجاہد! جہد وپیہم ہے بقائے زندگی
ورنہ کشتی ڈوب جائے گی طوفانوں کے ساتھ

اعتذار

محترم قارئین! سردست آپ سے معذرت کے ساتھ یہ عرض کیا جارہاہے کہ یہ شمارہ جوآپ کے ہاتھ میں ہے یہ بعض وجوہ کی وجہ سے دیر میں پہنچ رہاہے، جس کے لئے ہم معذرت خواں ہیں، آئندہ انشاء اللہ ہر ماہ وقت پر نکلتا رہے گا۔(ادارہ)

یادگار سلف

خانقاہ رائے پور اور اس کی مسند نشینی

مولانا ڈاکٹر عبدالمالک مغیثی مہتمم جامعہ رحمت گھگرولی، سہارنپور

ہندوستان کی تاریخ میں ہمارے بزرگوں کے بڑے اہم اور نہایت ہی مبارک کارنامے رہے ہیں، ملک کو سنوارنے اور قوم کی اصلاح وتربیت ان بزرگوں کی زندگیوں کا لازمی حصہ رہا ہے اور انہی بزرگوں کی روشن وتابناک خدمات کی وجہ سے ہندوستان ہندوستان کہلاتا ہے، اور اسی سے متاثر ہوکر علامہ اقبالؒ نے اس ملک کو گلستاں کہا تھا، ہمارے بزرگوں کی خدمات قابل قدر، قابل رشک اور درس عبرت کے لائق بھی ہیں، ملت کی خدمات ہندوستان میں ہمارے اکابرین نے مختلف طریقوں سے انجام دی، مدارس ومکاتب کا قیام عصری علوم میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کا نظام ہے، جبکہ تزکیۂ نفس اصلاح وتربیت کیلئے خانقاہوں کا قیام ہے، ہندوستان میں خصوصاً اس دوآبہ کے علاقہ سہارنپور میں خانقاہوں نے جو عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ کسی دوسرے ملک کی خانقاہوں سے نہیں ملتے اور خصوصاً خانقاہ رائے پور جو محتاج تعارف نہیں، جس نے روز اول سے امت مسلمہ کی بے لوث خدمات انجام دی، اصلاح وتربیت اور دعوت حق کا جو عظیم کارنامہ اس خانقاہ رائے پور نے انجام دیا، اس کی مثال ہندوستان کی دوسری خانقاہوں سے نہیں ملتی۔

قطب عالم حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالرحیمؒ اور ان کے خادم خاص اور تربیت یافتہ عظیم بزرگ حضرت الحاج الشاہ عبدالقادر رائے پوری سے لیکر حضرت مفتی عبدالقیوم رائے پوریؒ جو حال ہی میں آنکھوں کو اشکبار کرکے اور لاکھوں فرزندان توحید کو مئے وحدت پلاکر اور سنت وشریعت کا متبع بناکر، نور کا پیکر، سکون و دیدو قلب کو داغ مفارقت دیکر اپنی زندگی کا صلہ پانے کیلئے اپنے رب حقیقی کے پاس جا پہنچے، اب لاکھوں عقیدت منداور خانقاہ رائے پور کے چاہنے والوں کے دل غم زدہ اور آنکھیں نم ہوگئی کہ اب خانقاہ رحیمی سونی ہوگئی، اب خانقاہ رائے پور کا کیا ہوگا۔

اسی کے تناظر میں حضرت والد ماجد نمونۂ اسلاف عاشق ملت الشاہ مولانا حکیم محمد عبداللہ مغیثی قومی صدر آل انڈیا ملی کونسل خلیفہ اجل حضرت مولانا سید علی میاں ندویؒ ۲۹؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶؍فروری ۲۰۱۸ء بروز جمعہ خانقاہ رائے پور تشریف لے گئے اور خانقاہ رائے پور کے حوالہ سے طویل خطاب فرمایا اور خانقاہ رحیمی کے متولی حضرت الحاج عتیق احمد صاحب کی جانشینی کا اعلان فرمایا، ناچیز نے اس کو مرتب کرکے جمع فرمایا ہے تاکہ استفادہ ہوتا رہے۔

محترم بزرگوں اور دوستو! دنیا میں سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۶۳؍سال کی عمر پاکر وفات پا گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور تمام صحابہ میں کہرام مچ گیا، پورے عالم میں کہرام مچ گیا، پوری دنیا میں ایک ہنگامہ اور شور برپا ہوگیا، صحابہ میں ۸۰؍فیصد ایسے صحابہ تھے، جن کو یقین بھی نہیں ہو رہا تھا کہ اللہ کے نبی بھی دنیا کو چھوڑ کر چلے جائیں گے، کسی کو یقین نہیں ہو رہا تھا، اس پورے منظر کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ پر تلوار سونت کر کھڑے ہوگئے اور للکارا، ان کی آواز بھاری تھی، حضرت عباس اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم کی آواز دوڈھائی میل دور تک جاتی تھی، اللہ نے ان کو آواز کے ساتھ ساتھ صحت بھی دی تھی، حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا! اے لوگوں سن لو، اگر کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو میری تلوار ہوگی اور اس کی

گردن، میں کسی کو بخشوں گا نہیں، اور چھوڑ ونگا نہیں، نہ مجھے اس پر یقین آرہا ہے اور نہ مجھے اس پر بھروسہ ہے، یہ پورا منظر دیکھنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ آگے بڑھے، حضرت عمر فاروقؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اے عمر! سن لو، یہ سنبھلنے کا وقت ہے، میں سنبھلا ہوا ہوں، میرے ساتھ تم بھی جڑ جاؤ، دونوں ملکر اس امت کو سنبھالیں گے، جس امت کو ابھی صبر نہیں آرہا ہے، جن کے دلوں پر قیامت کا پہاڑ ٹوٹ گیا، اور آخری نبی اللہ کو پیارے ہو گئے، اور سنبھلو، اگر نہیں سنبھلو گے تو ہم دونوں ملکر اس امت کو نہیں سنبھال سکیں گے، حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا، کیا آپ سنبھلے ہوئے ہیں؟ فرمایا ہاں میں سنبھلا ہوا ہوں، اور سن لو میری بات "اینقص الدین و انا حی" اللہ کے نبی دنیا سے رخصت ہو گئے، تشریف لے گئے، لیکن "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" دنیا میں جو بھی نبی آیا، اللہ کو پیارا ہو گیا، جیسے پہلے رسول گئے ہیں، ایسے ہی اللہ کے رسول بھی دنیا سے تشریف لے گئے" افائن مّات او قتل انقلبتم علی اعقابکم" لیکن اللہ کا دین زندہ ہے، اللہ کے نبی جو دین لیکر آئے تھے وہ قیامت تک زندہ رہے گا، اور اس پر عمل کرنا ہی سچی محبت ہے، جب یہ جملے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ادا کئے تو حضرت عمر فاروق کو کچھ ہوش آیا، فرمایا، لوگوں دل تو نہیں مانتا؛ لیکن اسلام کا اور اللہ کا بنایا ہوا عقیدہ ہے، جس کو آنا ہے اس کو جانا بھی ہے اور لو مجھے یقین آ گیا، اور جب مجھے یقین آ گیا تو سب کو یقین آ جانا چاہئے۔

بھائیو! یہ وہ بنیاد تھی، عزم کی، ارادہ کی، پختگی کی، اسلام کے عقیدہ کی، اللہ پر بھروسہ کی، جس بنیاد کے اوپر تمام صحابہؓ نے، پورے مجمع نے، پوری امت جو اس وقت موجود تھی انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور پاک کا جانشین بنایا کہ جس میں اتنا حوصلہ ہو گا، جس میں اتنی ہمت ہوگی، وہی یقیناً اللہ کے نبی کا سچا جانشین بن سکتا ہے، وہی امت کو سنبھال سکتا ہے، وہی امت کی خدمت کر سکتا ہے، جس میں یہ صفات ہونگی، یقیناً وہی سچا جانشین ہوگا، سب نے لبیک کہا اور ابوبکر صدیقؓ جانشین بن گئے، یہ منظر میں نے ایک مرتبہ اور دیکھا، مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی کا وصال ہوا، دیوبند میں بے تحاشہ مجمع تھا، اور اس مجمع کے اندر حضرت قاری محمد طیب صاحب کہ جب دارالعلوم دیوبند میں جلسہ ہوا، کئی ہزار کا مجمع تھا، مولانا حفظ الرحمان صاحب کا نمبر آیا تو رو پڑے، ایک لفظ نہیں بول سکے، تو بیٹھ گئے، مفتی حبیب الرحمان صاحب کا نمبر آیا، رو پڑے کچھ بھی نہ کہہ سکے، بیٹھ گئے، کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ دو لفظ ہی بولے، آخر میں قاری محمد طیب صاحبؒ کا نمبر آیا تو قاری طیبؒ نے یہی واقعہ بیان کیا اور اس کے بعد مولانا اسعد مدنیؒ کو ایک سو بارہ خلفاء حضرات نے حضرت مدنی کا جانشین بنا دیا، مولانا اسعد مدنی صاحب کے یہی الفاظ تھے کہ حضرت مدنیؒ آئے تھے اور اللہ کے دین کی خدمت کر کے چلے گئے، اے لوگوں اگر حضرت مدنی سے سچی محبت ہے، تو ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی کوشش کرو، یہی سچی محبت ہے، ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے، انہوں نے بھی اس وقت یہی بات کہی تھی۔

میرے دوستو! آج میں حاجی عتیق احمد صاحب سے بھی کہہ رہا ہوں، حوصلہ سے ہمت سے کام لو، یہ آنے والا پورا ہندوستان، پورا ملک پورا علاقہ آرہا ہے، آپ بھی اپنی ہمت اور جرأت کے ساتھ قائم رہیں، پورے مجمع کے اندر آج میں منشی عتیق احمد صاحب کے لئے اعلان کرتا ہوں کہ یہ میرے خلیفہ بھی ہیں، میں نے بھی ان کو اجازت دی ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو حضرت شاہ عبد القادر صاحبؒ رائے پوری نے اجازت دی تھی اور یہ دیکھو نظام قدرت کہ اتنی لمبی عمر میں اور اتنی لمبی بیماری میں ایک دن بھی ذکر و فکر نہیں آیا کہ مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کا سچا جانشین کون ہوگا، لیکن یہ جمعہ چھوڑ کر پچھلے جمعہ کو پندرہ دن ہو گئے، وہی محبین مخلصین اور علاقہ کے لوگوں نے اور سب نے حضرتؒ کی حیات کے اندر ہی منشی عتیق احمد صاحب کو ان کا جانشین بنا دیا تھا، سارے مجمع کی آواز تھی، سارے علاقہ کی آواز تھی اور آج میں سارے مجمع کے سامنے حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ جو ایک

فرشتہ صفت انسان تھے، مادر زاد ولی تھے، میرا ان کا ساتھ تقریباً ۶۰/ سال رہا، کبھی ان کو مظاہر علوم کی شوریٰ میں بولتے ہوئے نہیں سنا گیا کہ جو بزرگوں نے فیصلہ کر دیا، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ یہاں تشریف لائے، جو شاہ صاحب فیصلہ کریں "آمنا و صدقنا" ہمیشہ ان کی زندگی یہی رہی، لیکن مرنا سب کو ہے۔

میرے عزیزو! ہم سب کو مرنا ہے، حضرت مفتی صاحبؒ کو بھی جانا تھا، اللہ نے وقت مقررہ پر ان کو بلا لیا، اور وہ چلے گئے، آج سے منشی عتیق احمد صاحب کا خطاب ''شاہ عتیق'' رہے گا، کوئی منشی نہ کہے گا، آج سے شاہ عتیق صاحب کہے گا انشاء اللہ العظیم، اس جگہ پر جو جلوہ نشین ہوتا ہے وہ ''حضرت'' ہوتا ہے، بزرگ ہوتا ہے، اس لئے بھائیو! یاد رکھو! باپ کا جانشین وہ بنتا ہے، جو باپ کی خدمت کرے، جانشین وہ بنتا ہے جو صحیح طور پر امت کی خدمت کرے، جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ ''سید القوم خادمہم'' قوم کا، امت کا سرداران کا خادم ہوا کرتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی مسند پر بیٹھتا ہے تو وہ مسند کے اعتبار سے اس کو پکارا جاتا ہے، جس طرح ہمارے یہاں دارالعلوم اور مظاہر علوم کے اندر ''شیخ الحدیث'' کا لقب ہوتا ہے، جب تک استاد رہتا ہے، تو نام کے ساتھ پکارا جاتا ہے اور جب بخاری شریف پڑھانے لگتے ہیں تو ''شیخ الحدیث'' کا نام خود بخود اس کی ذات سے جڑ جاتا ہے، آپ کو معلوم ہوگا کہ دارالعلوم دیوبند میں تقریباً ۱۲/ شیخ الحدیث گزر چکے، لیکن جو بھی اس جگہ پر آتا ہے، یہی خطاب ہوتا ہے، مظاہر علوم میں بخاری پڑھانے کے لئے جو بھی آئے گا، اس کا نام خواہ کچھ بھی ہو، لیکن شیخ الحدیث کا خطاب ہوگا، اور ایسے ہی چھوٹے سے لیکر بڑے مدرسہ تک، چاہے مدرسہ چار بچوں کا ہو، یا چار ہزار کا ہو، سب کا ایک ہی خطاب مہتمم ہوگا، یہ خانقاہ جو ہے، یہاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو تو میں نے دیکھا نہیں، اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ جب بیل تانگے میں رکھ کر جنازہ چلا ہے اور دفنانے کے لئے تشریف لا رہے تھے شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ پیچھے پیچھے اور سارا مجمع پورا علاقہ، وہاں سے رونا شروع ہوا، خاص طور سے شاہ عبدالقادر صاحبؒ، اور یہاں تک رونا بند نہیں ہوا، شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کو تو میں نے دیکھا نہیں لیکن شاہ عبدالقادر صاحبؒ کی خدمت کی ہے میرے گھر میں تقریباً ۱۷/ مرتبہ تشریف لائے اس خانقاہ میں ان کے ہاتھ پیر بھی دبائے اور آج ۵۶/ سال ہو گئے، جب دارالعلوم کے سارے اساتذہ نے فیصلہ کیا کہ آپ کو اجراڑہ جانا ہے، حضرت حافظ حسین صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ۱۷/ سال تک سامع قرآن تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کو اجراڑہ جانا ہے، تو میں نے کہا کہ میں جاؤنگا، لیکن میں اپنے پیر حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے پوچھے بغیر نہیں جاؤنگا، خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے اجازت چاہی، حضرت نے فرمایا ''کار خیر حاضر است استخارہ نیست'' وہ ہمارے بزرگوں کی جگہ ہے، آج سے نہیں سوا سو سال سے، بلا استخارہ میری طرف سے حکم ہے وہیں چلے جاؤ، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، میں نے حضرت کی نافرمانی نہیں کی، یہ شاہ عتیق احمد صاحب بھی یہی کہے کہ میں نہیں یہاں بیٹھوں گا، انہیں حق نہیں، اتنی خدمت کرنے کے بعد میرے بھائیو! جانشین وہ بنتا ہے جو خدمت کرتا ہے، ساری زندگی اپنے ہاتھ سے جو خدمت انجام دی ہے، اللہ رب العزت نے اپنی طرف سے شاہ عتیق احمد صاحب کو آج وہ درجہ دیا ہے، شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کا زمانہ میں نے دیکھا ہے، میں نے وہ بھی دیکھا کہ جب صوفی برکت حضرت مدنی کے پیر دبایا کرتے تھے، تو حضرت مدنی نے فرمایا کہ کہاں سے ایسا خادم چھانٹ کر لائے ہو کہ جس کے پیر دبانے سے بڑا آرام پہنچتا ہے، فرمایا حضرت! یہ لودی پور کا ہے، یہ آپ کا ہی خادم ہے، تو بھائیوں شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو جس دن یہاں سے گاڑی میں بٹھایا گیا میں اس دن بھی موجود تھا، سہارنپور سے جب ٹرین سے شاہ نواز لیکر روانہ ہوئے، میں جب بھی موجود تھا اور حضرت علی میاں اور شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ، یہ حضرات جب تدفین کرنے کے بعد لوٹے ہیں، تب بھی میری ان سے ملاقات ہوئی، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی

آخری نماز یہاں ڈھائی گھنٹے تک کرسی بچھی رہی، حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار پر، داہنی طرف مولانا زکریا صاحب بیٹھے تھے اور بائیں طرف مولانا علی میاں ندوی تھے اور ہندوستان کے سارے علماء یہیں موجود تھے، مفتی محمود گنگوہی، مفتی مظفر حسین صاحب اور جتنے بھی بزرگ دارالعلوم اور مظاہر علوم کے تھے، سب یہاں موجود تھے، جب بھی چارپائی اٹھاتے تھے، کرسی اٹھانے کا ارادہ کرتے تھے، بس یوں دیکھتے تھے، شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ ابھی اجازت نہیں، ڈھائی گھنٹے کے بعد شیخ نے فرمایا اب اجازت ہے، اٹھالو کرسی، لے کر آم کے پیڑ کے نیچے پہنچے، جس میں شاہجہاں پوریؒ بھی تھے، تو حضرت شیخ الحدیث صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو بلایا، کان میں کچھ کہا، شیخ نے اعلان کیا کہ حضرت یہ فرمارہے ہیں میرے کان میں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نواسے ہیں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے، جوان کے نانا کی امانت تھی وہ امانت آج میں ان کے حوالے کررہا ہوں، وہ منظر بھی میں نے دیکھا، اس خانقاہ کے مناظر دیکھنے والے سارے کے سارے میرے خیال میں شاید مشکل سے اب کوئی رہا ہو، اللہ نے مجھے یہ توفیق دی، اس کا یہ فضل کرم ہوا ہے۔

پہلی بات میرے بھائیو! میں نے شاہ عبدالعزیز صاحب کا زمانہ بھی دیکھا، خدمت بھی کی اور میں نے حضرت سے بھی درخواست کی کہ حضرت ہمارے گاؤں میں ایک ہی مسجد ہے، جو ہمارا احاطہ ہے، اس میں مسجد نہیں ہے، ہمیں دور پڑتی ہے، فرمایا عبداللہ جب تک خود نہ دیکھونگا اس وقت تک مسجد کی بنیاد نہیں رکھونگا، حضرت اس وقت چلتے پھرتے تھے، تندرست تھے، چنانچہ مسجد کا چکر کاٹا، گاؤں کا، گلی کا اور دیکھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس احاطہ میں مسجد بنانا جائز ہے، مسجد کا فاصلہ دور ہے، اینٹ رکھی آج اس مسجد کا نام عزیز المساجد ہے۔

میرے بھائیو! شاہ عبدالعزیز صاحب کا زمانہ آیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے شاہ ابوسعید صاحب نے خدمت انجام دی، اور بہت کچھ فیض ان کی ذات سے پہنچا، اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے قدرتی طور پر حضرت مفتی عبدالقیوم صاحبؒ کو جو مظاہر علوم میں پڑھاتے تھے، ان کو وہاں سے بلا کر کہا کہ اب یہاں بیٹھو، یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے، اس خانقاہ کا انتخاب یاد رکھئے منجانب اللہ ہوتا ہے، اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے، اس لئے ایک بات تو میری یہ ہے کہ پورا علاقہ، پورا ہندوستان جو اس خانقاہ کے ماننے والے ہیں صحیح طور پر دین کے ماننے والے، اللہ کی ماننے والے ہیں، اللہ کے نبی کو ماننے والے ہیں، قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے ہیں، میرے بھائیو! دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے کہ ہمارا سب کا مرکز وہی ہے، ہماری بنیاد دارالعلوم اور مظاہر علوم ہیں، لیکن عجیب بات آج آپ سے بتاتا ہوں جو میرے تجربہ کی ہے، پورے عالم کے اندر رائے پور کو دارالعلوم نہیں کہا جاتا، اس کو ہمیشہ خانقاہ رائے پور کہا جاتا ہے، مجدد الف ثانی موجود ہیں، لیکن خانقاہ مجدد الف ثانی نہیں کہا جاتا، بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ سرہند شریف چلو، لیکن یہاں کہا جاتا ہے کہ خانقاہ رائے پور چلو، تو اس کا انتخاب منجانب اللہ، اللہ ہی کی جانب سے ہے، آپ حضرات صبر سے کام لیں، ہمت سے کام لیں، اللہ کے دستور کے مطابق حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب انتقال فرماچکے ہیں، اللہ کی ذات سے امید ہے کہ مفتی صاحب اپنی قبر کے اندر آرام سے ہوں گے، فیصلہ تو اللہ ہی جانتا ہے، آج اللہ کا شکر ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے حکم سے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب کا لگایا ہوا پودا ہرا بھرا ہے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے چار خادم منتخب کئے تھے، جمعہ کے روز چاروں سے فرمایا آجاؤ میرے قریب، شیخ الہندؒ سے فرمایا دارالعلوم میں چلے جاؤ، مولانا خلیل احمد صاحب سے فرمایا مظاہر علوم چلے جاؤ، اور حضرت مدنیؒ سے فرمایا مدینہ چلے جاؤ، اور شاہ عبدالرحیم صاحب سے فرمایا رائے پور چلے جاؤ، جب میں بلاؤنگا تو آجانا۔

بھائیو! شاہ عبدالرحیم صاحب پھر ان کے بعد شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ دوسرے خلیفہ اور جانشین ہوئے، جانشین اور خلیفہ کیا ہوتا ہے؟ کیا کوئی بڑی بات ہے، نہیں! اللہ کی مخلوق کی خدمت کرنا، ان کے دلوں کو

جیتنااور آنیوالوں کی خدمت کرنا یہ ہے صحیح معنی میں جانشینی اور خلافت۔

جو بھی خدمت انجام دے گا وہی خلیفہ اور جانشین بنے گا، جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غار ثور میں خدمت کی، اس خدمت کا ان کو صلہ ملااور وہ اسلام کے خلیفۂ اول ہوئے، اب ماشاللہ اس خانقاہ میں تیسرے خلیفہ کے بارے میں یہ بات ہے کہ جناب شاہ عتیق احمد صاحب، ان کی خوبیاں کیا ہیں یہ تو اللہ ہی جانے لیکن سارے علاقہ کی یہ آواز ہے کہ خانقاہ رائے پور میں کسی وقت بھی کوئی بھی مہمان آجائے تو وہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور پوری خدمت انجام دیتے ہیں، اسی طرح کی خدمت خلق اور خدمت پیر کرنے کا نام جانشینی ہے، اور شاہ عتیق احمد نے پورے طریقہ سے اس خانقاہ کی خدمت انجام دی ہے اللہ تعالی اس خانقاہ کو قیامت تک اسی طرح جاری رکھے، اس کے چاہنے والے چپہ چپہ پر پڑے ہیں، پورے عالم میں پڑے ہیں، بھائی عطاؤالرحمٰن صاحب سے میری دوستی تھی، بے تکلفی تھی تو ایک دن مغرب کے وقت افطاری کیلئے مولانا سبحان صاحب کی جگہ عطاؤالرحمٰن صاحب کھڑے ہوئے تھے، جو مولانا کے دیوانے تھے، عاشق تھے، اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب، راؤ عبدالحمید صاحب یہ سب حضرت کے دیوانے تھے، میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے ٹفن دان لاتے دیکھا، یہ رائے پور قربان ہے اس خانقاہ پر، سارے عالم میں اس خانقاہ کی نسبت سے گایا گیا، جانا گیا اور یہاں خانقاہ کی خدمت کرنے میں رائے پور والوں نے کبھی بھی زندگی میں کمی نہیں چھوڑی، تو اللہ کے فضل سے ہمت اور حوصلہ سے کام لو، اور شاہ عتیق احمد سے بھی میری یہی بات ہے کہ وہ جو خدمت انجام دے رہے ہیں، اللہ ان سے اور خدمت انجام لے، ان کو قبول فرمائے، اللہ تعالی ان بزرگوں کو جو اس خانقاہ میں رہ کر چلے گئے، اللہ ان کو اعلی مراتب نصیب فرمائے، اور جو موجود ہیں اللہ ان سے مخلوق کی خدمت انجام لے اور آنے والے لوگوں کی خدمت کرنے کا جذبہ عطا فرمائے، اللہ اپنے فضل سے اس کو قبول فرمائے۔

بھائیو اور دوستو! رہی نمازِ جنازہ کی بات، تو میں دروازہ پر پہنچ چکا تھا اور شاہ عتیق احمد صاحب نے بھی انتظار کی حد کردی، لیکن بھیڑ اتنی تھی کہ مسجد میں اندر نہ آسکا، اور اللہ کو بھی قدرتاً یہ منظور تھا کہ عبداللہ تجھے محبت تو بہت ہے خانقاہ رائے پور سے لیکن نمازِ جنازہ تو سچا جانشین جناب شاہ عتیق احمد ہی پڑھائیگا، اللہ کے فیصلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا، یہی چند کلمات ہیں، ہماری اور آپ کی پیاری محبت جو خانقاہ سے ہے، وہ اسی طرح قائم رہنی چاہئے اور شاہ عتیق احمد صاحب کی جانب سے وہی خدمت جوں کی توں باقی رہے گی، انشاءاللہ۔

راہ خدامیں خرچ نہ کرنے کا وبال

ملک یمن میں ایک شخص رہتا تھا جس کا ایک بہت بڑا باغ تھا اور وہ بڑا اللہ والا تھا، اس کا معمول یہ تھا کہ اپنے باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ اور اپنے بال بچوں کے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی سب اللہ کی راہ میں خرچ کردیتا تھا، اس کی برکت سے باغ خوب پھل دیتا تھا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں نے کہا ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی دولت ادھر ادھر خرچ کردیا کرتا تھا، ہم تو ایسا نہیں کریں گے، ہم تو دولت اکٹھا کریں گے تاکہ ہم مالدار بن جائیں، ادھر انہوں نے پختہ ارادہ کیا اور ادھر اللہ تعالی نے ان کے باغ پر عذاب بھیج کر باغ کو تباہ وبرباد کردیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے، اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ’’ہم اسی طرح (برے اعمال پر) عذاب بھیجتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے‘‘، سورۂ نحل میں ارشاد خداوندی ہے ’’جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے، وہ ایک دن ختم ہوجائے گا اور جو اللہ تعالی کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے‘‘۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ’’صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا؛ بلکہ صدقہ دینے والا جب مال کا صدقہ دیتا ہے تو مانگنے والے کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی اللہ تعالی کے ہاتھ میں پہنچ جاتا ہے‘‘۔

سارہ عزیزی ناظمہ جامعہ فاطمۃ الزہراءللبنات، مظفرآباد

اظہار محبت

سپاس نامہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

۱۲/جنوری ۲۰۱۸ء کی شام کو جناب حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب فیضی ندوی دامت برکاتہم صدر الندوہ اسلامک سینٹر کناڈا، مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد میں تشریف لائے اور دو شب قیام کیا، اور مرکز کی سرگرمیاں کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، ۱۳/فروری ۲۰۱۸ء بروز منگل عشاء کے بعد مرکز کی جامع مسجد میں حضرت مولانا کے اعزاز میں ایک استقبالیہ نشست کا انعقاد کیا گیا، جس میں طلبہ نے اپنا ثقافتی پروگرام بھی پیش کیا، اور حضرت مولانا نے طلبہ کو اپنے قیمتی خطاب سے محظوظ فرمایا، حضرت مولانا کی خدمت میں راقم نے جو سپاس نامہ پیش کیا، وہ یہاں نذر قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

مھمان ذی وقار!

آج ہم اراکین مرکز احیاء الفکر الاسلامی آنجناب کے مرکز مظفر آباد کی سرزمین پر قدم رنجا فرمانے پر تہہ دل سے شکر گزار ہیں، ہمارے قلوب فرحت ومسرت کے نغموں سے معمور ومخمور ہیں، مرکز کا ذرہ ذرہ متبسم، کلی کلی مترنم اور بوٹہ بوٹہ خوشگوار اور پرکیف نظر آرہاہے، ہم شکر واحسان اور منت وسپاس کے نیک جذبات اور قلبی محبت کے پاکیزہ احساسات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے آپ کا استقبال کرتے ہیں: ؎

بادنسیم آج جو بہت مشک بار ہے
شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے
آپ آئے گھر ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم آپ کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
یہی ہے ہم غریبوں کی کل کائنات
بوریا حاضر ہے شاہوں کے لئے

مھمان باصفا!

آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے باعث صد افتخار اور قابل تشکر وامتنان ہے کہ آپ اپنی گوناگوں مشغولیات ومصروفیات کے باوجود سفر کی صعوبتیں برداشت کرکے یہاں تشریف لائیں ہیں، یہ محض آپ کی دینی ہمدردی، دینی اخوت وبھائی چارگی، دینی فکر اور اس پرآشوب دور میں آپ کی اسلام پسندی اور مدارس اسلامیہ سے آپ کی گہری محبت وتعلق کی واضح دلیل ہے۔

مھمان عالی مقام!

ماضی سے یہ روایت چلی آرہی ہے کہ جب بھی کسی بڑی شخصیت کا کسی جگہ پر ورود مسعود ہوتا ہے تو وہاں کے ذمہ داران اور باشندگان اپنے مہمان مکرم کا اپنے اپنے طریقے سے پرجوش استقبال کرتے ہیں، اسی روایت کے پیش نظر اہل مرکز بھی آپ کی تشریف آوری پر شکر وسپاس کا تحفہ پیش کررہے ہیں، چونکہ آپ کی آمد کی ایک دیرینہ تمنا تھی اور ایک خواب تھا جس کے شرمندہ تعبیر ہونیکا انتظار تھا، جس کو اللہ تعالی نے پورا کردیا: ؎

رنگ نشاط بزم دوعالم پہ چھا گیا
جس دن کاانتظار تھا وہ دن بھی آ گیا

مھمان معظم!

آپ ایک علمی خانوادے کے چشم وچراغ ہیں، بزرگوں سے نسبت حاصل ہے، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جیسے عالمی اداروں سے فیض یافتہ ہیں، آج کل کناڈا کی سرزمین کو اپنے علمی چشمے سے سیراب کررہے ہیں، علم وہدایت کی قندیلیں اور شمعیں روشن کئے ہوئے ہیں، اور غیر مسلموں کی بنجر زمین کی اپنی معرفت اور نور ایمان سے ضیاء پاشی کررہے ہیں، آپ کی شخصیت ہر مکتب فکر کے لوگوں کے

نزدیک قابل احترام ہے، آپ کی مرنجامرنج طبیعت اور رواداری نے ہر ایک کے یہاں یکساں مقبولیت حاصل کر رکھی ہے، آپ کے اندر سب کو ساتھ لیکر چلنے کی بھر پور صلاحیت ہے، اور سب کو اپنا بنانے کے ہنر سے بخوبی واقف ہیں، اس لئے آپ کے فیض سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہے، اسی طرح ہندوستان میں بہت سے اداروں کی سرپرستی فرما رہے ہیں، خاص طور سے ابنائے ندوہ جیسی فورم کی صدارت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، سعودی عرب میں بھی بیس سال تک اپنا فیض پہنچا چکے ہیں، گویا کہ آپ اسم با مسمی سعید فیضی ہیں، یہ سعادت آپ کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے اور فیضی ہونے کا لازمی نتیجہ فیض ہی فیض ہے، اللہ تعالی آپ کی سعادت کو باقی رکھے اور آپ کے فیضان کو جاری وساری رکھے۔

مهمان محترم!

آپ کی شخصیت دینی وعلمی حلقوں میں معروف ہے، برصغیر ہند ہی نہیں بلکہ براعظم امریکہ میں بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کیونکہ آپ کی ذات کبر ونخوت سے پاک اور اخلاق فاضلہ اور صفات حمیدہ سے متصف ہے، سادگی آپ کی پہچان، تواضع وانکساری آپ کی نمایاں صفت ہے، اخلاص وللّٰہیت اور چھوٹوں پر شفقت آپ کا طرۂ امتیاز ہے، نیز آپ کی ذات دینی وعلمی کاموں میں مشغول رہتی ہے اور آپ کو ہمہ وقت یہ فکر لاحق رہتی ہے کہ کس طرح مدارس اسلامیہ اور دینی ادارے ترقی کی راہ پر گامزن ہوں، گویا فتنوں کے اس پر آشوب دور میں آپ کی ذات بابرکت دوسروں کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتی ہے اور زبان دل سے یہ کہتی ہے:

بے جھجک میرے لہو کا قطرہ قطرہ کھینچ لو
اپنے اپنے زخم کا مرہم بنانے کے لئے

محسن قوم!

اس پرفتن دور میں دین کے کسی بھی شعبے سے تعلق وفکرمندی اور اس سلسلہ میں ادنی سے ادنی کوشش وجد وجہد بڑی اہمیت کی حامل اور اللہ کے نزدیک بہت ہی اجر وثواب کی مستحق ہے، اس وقت اسلام پر اور اہل اسلام پر خاص طور سے اسلامی قلعوں (دینی مدارس) پر غیروں کی طرف سے جو یلغار ہے وہ ظاہر ہے، اپنوں کی طرف سے بھی کچھ کم یورش نہیں، قدم قدم پر الجھنیں، روکاوٹیں اور پریشانیاں درپیش ہیں، اللہ ہی حفاظت فرمائے، اس وقت قوم وملت کو آپ جیسے غیور، فکر مند، خلیق، مدبر، مخلص، باہمت وباتوفیق افراد کی ضرورت ہے، جن کے دلوں کی دھڑکن، نالہ نیم شبی، آہ سحرگاہی، دنوں کی تپش، شبوں کا گداز اور ہر وقت فکرمندی، اسلام کی اشاعت وحفاظت اور اہل اسلام کی ترقی وبہبودی اور امت کی اصلاح وفلاح کے لئے وقف ہے۔

محسن جليل!

یہ ادارہ جس میں اس وقت آپ تشریف فرما ہیں، یہ ۲۰/ رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۹/ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی زیر سرپرستی قائم ہوا، جس کی عمارت آپ کے سامنے ہے، جہاں دینی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا بھی بندوبست ہے، جس سے طلبہ وطالبات فیض اٹھا رہے ہیں، فضلائے مدارس کیلئے شعبہ انگریزی بھی قائم ہے، روحانی تربیت کے سلسلہ میں بھی لوگ فیض اٹھا رہے ہیں، علمی میدان میں تصنیف وتالیف کے علاوہ ایک ماہنامہ ''نقوش اسلام'' بھی عرصہ سے نکل رہا ہے، فلاحی ورفاہی کام بھی ہو رہے ہیں، ضرورت کی جگہوں پر مساجد بنائی جارہی ہیں، سمرسیویل اور ہنڈ پمپ لگائے جارہے ہیں، غرضیکہ یہ ادارہ اپنی بساط اور وسعت کے مطابق مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اس کے فیض کو پورے عالم میں پہنچائے، بس انہی مختصر کلمات کیساتھ اخیر میں ایک بار پھر آپ کی خدمت میں تہہ دل سے شکر وسپاس کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، اللہ تعالی آپ کی آمد کو قبول فرما کر باعث خیر بنائے اور آپ کی عمر میں صحت وعافیت کے ساتھ برکت فرمائے۔

❁❁❁

سفرنامہ

حرمین شریفین کا ایک مبارک سفر

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری

اللہ رب العزت کا بہت بڑا فضل وکرم ہے کہ اس نے راقم کو اپنے گھر بیت اللہ شریف کی زیارت کا موقع عنایت فرمایا، عمرہ کا یہ مبارک سفر ۳۰/دسمبر ۲۰۱۷ء سے لیکر ۱۹/جنوری ۲۰۱۸ء تک رہا، جو اپنی والدہ ماجدہ اور پھوپھی صاحبہ کے ساتھ طے ہوا، ویسے دو سال قبل بھی اللہ تعالی نے راقم کو عمرہ کرنے کی سعادت نصیب فرمائی تھی؛ لیکن اس سفر میں چونکہ کچھ چیزیں ایسی پیش آئیں جن کو تحریر میں لانے کی بعض دوستوں نے درخواست کی؛ لیکن اس تحریر میں نہ تو حرمین شریفین میں کی جانے والی عبادتوں کا ذکر ہے اور نا ہی وہاں کے شب وروز کے معمولات اور ریاضات کا؛ بلکہ جو نئی چیزیں مشاہدے میں آئیں ہوئی ہیں، وہی مندرجہ ذیل سطور میں بیان کی جارہی ہیں۔

حرمین شریفین میں عام طور سے پانچوں نمازوں کے بعد نماز جنازہ بھی ہوتی ہے، اکثر لوگ نماز جنازہ پڑھتے ہیں؛ لیکن تدفین میں کم ہی لوگ شامل ہوتے ہیں، ایک دن راقم کے دل نے چاہا کہ آج جنت البقیع میں جا کر تدفین میں شامل ہونا چاہئے، چنانچہ راقم ایک دن فجر کی نماز اور درود وسلام سے فارغ ہونے کے بعد سیدھا جنت البقیع میں گیا اور تدفین میں شامل ہونا چاہا؛ لیکن بڑی تیزی سے لوگوں نے تدفین کا عمل پورا کرلیا، جلدی کی وجہ پوچھنے پر معلوم ہوئی کہ یہاں پر تو قبر پہلے ہی سے تیار رہتی ہے اور میت کے آنے کے بعد فوراً تدفین کردی جاتی ہے، بہر حال راقم نے دیکھا کہ ایک شخص قبر پر ہاتھ رکھ کر اپنی میت کو ایصال ثواب کررہا تھا اور دوسری طرف میت کے رشتہ دار پسماندگان کو عجیب انداز میں تسلی دے رہے تھے، یہ منظر مجھے بہت اچھا لگا، راقم نے بھی تھوڑی دیر وہاں کھڑے ہوکر فاتحہ خوانی کی اور چلنے لگا، ساتھ میں چلتے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس قبر میں تیسری بار میت کو رکھا گیا ہے، ایسے ہی یہاں پر ایک عرصے بعد یکے بعد دیگرے ایک قبر میں کئی کئی میت کو دفن کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد جنت البقیع میں ہی تھوڑی دیر کے لئے دیگر اہل قبور کو ایصال ثواب کی نیت سے دوسری طرف گیا اور ایصال ثواب کیا، جنت البقیع میں نہ جانے کتنے صحابہ کرام مدفون ہیں، اس کی صحیح تعداد تو کسی کو معلوم نہیں اور نا ہی کسی قبر کی کوئی شناخت ہے، اگر کسی سے کچھ پوچھا جاتا ہے تو وہ لاعلمی کا اظہار کرتا ہے، حتی کہ وہاں کے خدام بھی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں اور آگے چلنے کو کہتے ہیں، جنت البقیع سے نکلنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی؛ لیکن اس کے کھلنے اور بند ہونے کا بھی وقت متعین ہے، اس لئے راقم وہاں سے آدھا پون گھنٹہ میں تمام مرحومین کے حق میں ایصال ثواب کر کے چلا آیا۔

جنت البقیع سے واپس آکر مسجد نبویؐ میں اشراق کی نماز ادا کی اور سیدھا اپنے کمرہ پر گیا، وہاں سے اپنی والدہ اور پھوپھی کو لیکر ناشتہ کے لئے گیا، تو وہاں پر ہمارے مرکز کے رئیس اور ناظم مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی سے ملاقات ہوگئی، چونکہ مفتی صاحب بھی عمرہ کے سفر پر تھے، راقم کی فلائٹ لکھنؤ سے مدینہ کی تھی اور مفتی صاحب کی فلائٹ دہلی سے جدہ تھی، مفتی صاحب مکہ مکرمہ میں مناسک عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ میں مقیم تھے، اس لئے مدینہ منورہ میں مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی، بات چیت ہوئی، پھر مفتی صاحب نے راقم سے کہا کہ کل عشاء کے بعد مولانا حکیم محمد عثمان صاحب قاسمی مدنی کے یہاں دعوت میں چلنا ہے اور مسجد نبویؐ میں فلاں جگہ ملنا، اس دن اتفاق سے راقم

''ریاض الجنۃ'' میں نفل نماز پڑھنے کے لئے بھیڑ میں کھڑا تھا کہ مفتی صاحب نظر آئے، راقم آہستہ آہستہ ان کے پاس پہنچ گیا، مفتی صاحب راقم کو دیکھ کر خوش ہوئے کہ چلو ملاقات ہوگئی، چنانچہ ساتھ ساتھ ریاض الجنۃ میں گئے اور سنن ونوافل کے بعد وہاں سے رخصت ہوئے اور سیدھے اس مقام پر پہنچے جہاں پر ملنے کا وعدہ ہوا تھا، اس جگہ پر پہلے سے مولانا حکیم محمد عثمان صاحب مدنی اور کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حکیم محمد عثمان صاحب سے ملاقات ہوئی اور مفتی صاحب نے حکیم صاحب سے راقم کا تعارف کرایا، تھوڑی دیر کے بعد حکیم عثمان صاحب کے صاحبزادے اپنی گاڑی میں بٹھا کر اپنے گھر لے گئے، چونکہ مفتی صاحب کے ساتھ ان کی اہلیہ محترمہ سارہ عزیزی بھی تھیں، اس لئے ہم لوگ پہلے ہی چلے گئے، شام کا کھانا کھایا اور دیر رات تک وہیں مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال ہوتا رہا، پھر ان کے صاحبزادے نے کار میں بٹھا کر ہم سبھوں کو قیام گاہ تک پہنچادیا۔

اگلے ہی دن مفتی صاحب کی مدینہ سے واپسی تھی، اس لئے راقم ان سے ملنے کیلئے عشاء کی نماز کے بعد ان کے کمرے پر گیا، اس وقت مفتی صاحب موجود نہیں تھے؛ لیکن تھوڑی ہی دیر میں آ گئے، سلام کلام کے بعد مفتی صاحب نے بتلایا کہ اس سفر میں ایک بات کا انکشاف ہوا ہے وہ یہ کہ اصحاب صفہ کا چبوترہ جو ہے، اصل میں وہ نہیں ہے جسے ہم سمجھتے ہیں اور وہاں بیٹھتے ہیں، وہ تو ''اغوات'' کے بیٹھنے کی جگہ ہے- ''آغا'' ان لوگوں کو کہتے ہیں جو بعض خدام وہاں آ کر قیام پذیر ہو جاتے تھے، اب اگر چہ یہ سلسلہ بند ہے، مگر پہلے سے جو لوگ ہیں، ان میں سے چند لوگ ہیں- بلکہ ''ریاض الجنۃ'' کے سامنے جو جگہ ہے، حقیقت میں وہ ''اصحاب صفہ کا چبوترہ'' ہے، ہمارے اکابرین حضرات وہی آ کر بیٹھتے تھے، ذکر واذکار اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے؛ لیکن عام طور سے یہ بات لوگوں کو معلوم نہیں ہے، مفتی صاحب نے فرمایا کہ جب مکہ مکرمہ جانا تو وہاں پر حرم شریف سے متصل جناب حضرت قاری محمد اسلم صاحب رہتے ہیں، ان سے ملاقات کرنا اور ان کی مجلس میں جانا، مزید مفتی صاحب نے قاری محمد اسلم صاحب کا فون نمبر راقم کو عنایت فرمایا۔

تین دن کے بعد راقم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور خیر وعافیت کے ساتھ مکۃ المکرّمہ پہنچ گیا، عمرہ کے تمام ارکان پورے کئے، عمرہ کی ادائیگی سے فارغ ہونے کے بعد اگلے دن قاری صاحب کو فون کیا اور اپنا تعارف کرایا، قاری صاحب نے کہا کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حرم کے قریب فلاں جگہ کھڑا ہوں، چنانچہ قاری صاحب نے راقم کو بلانے کے لئے ایک شخص کو حرم میں بھیجا، راقم تھوڑی ہی دیر میں ان کے پاس پہنچ گیا، حضرت قاری محمد اسلم صاحب نے عقیدت ومحبت کا اظہار فرمایا اور راقم کے ہاتھوں اور پیشانی کو بوسہ دینے لگے، پھر خیر خیریت بھی معلوم کی اور فرمایا کہ آپ کا قیام کہاں پر ہے اور کس بلڈنگ میں ہے؟ مزید قاری صاحب نے فرمایا کہ شام کا کھانا ہمارے یہاں ہو جائے، آپ کی کیا رائے ہے؟ راقم نے بتلایا کہ میرے ساتھ میری والدہ اور پھوپھی بھی ہیں، تو قاری صاحب نے عرض کیا کہ پھر قیام گاہ پر ہی مناسب ہے، چلو کل شام کا کھانا ہم آپ کی قیام گاہ پر بھیجوادیں گے، خیر چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد قاری صاحب نے عرض کیا کہ کل عصر کی نماز کے بعد آپ کا بیان ہو جائے تو بہتر ہے، راقم نے پہلے تو معذرت کی؛ لیکن قاری صاحب نے کہا کہ آپ کی آواز یہاں سے جائے گی تو پوری دنیا میں پھیلے گی، اس لئے آپ یہاں ضرور بیان کریں، کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آواز اسی جگہ سے لگائی تھی اور پوری دنیا میں ان کی آواز پہنچ گئی، جس کی وجہ سے آج دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ سے لوگ کھینچ کھینچ کر یہاں آ رہے ہیں، حضرت قاری صاحب کی یہ بات پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ راقم نے بیان کرنے کے لئے خود کو آمادہ کیا اور ان کی درخواست قبول کر لی، نیز اگلے ہی دن عصر کی نماز کے بعد راقم نے ''دنیا کی بے ثباتی اور دنیا کی حقیقت'' کے بارے میں مختصراً بیان کیا۔

حضرت قاری محمد اسلم صاحب ایک زمانے سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں، جو حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحبؒ زامبیا کے خلیفہ مجاز ہیں، محلّہ مسفلہ کی مسجد کے امام ہیں، اس مسجد کی محراب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جائے پیدائش ہے، نیز حضرت قاری محمد اسلم صاحب نے اپنے پیرومرشد عبدالرحیم متالا رحمہ اللہ کے ایماء سے ۶/۷/مکتب بھی چلا رکھے ہیں، مولانا عبدالرحیم صاحب متالا رحمتہ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کے اجل خلفاء میں سے تھے، اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔

حضرت قاری صاحب نے پہلے دن ایک عطر اور ایک تسبیح راقم کو ہدیہ میں عنایت فرمائی، پھر آمد و رفت کا یہ سلسلہ تین چار دن تک جاری رہا، راقم عصر کی نماز حرم شریف میں پڑھ کر حضرت قاری صاحب کی مجلس میں حاضر ہوجاتا اور قاری صاحب کے پند و نصائح سے مستفیض ہوتا رہتا تھا، ایک دن قاری صاحب نے بتایا کہ طواف کرنے والے حضرات اتنے بے احتیاط ہوگئے ہیں کہ طواف کرتے کرتے بھی فوٹو اور ویڈیوز بناتے رہتے ہیں، ایک طرف تو خانہ کعبہ کا طواف اور دوسری طرف اللہ کا عذاب مول لے رہے ہیں، ہر شخص کو ایسے کاموں سے بچنا چاہئے، چونکہ جتنا ثواب یہاں پر نماز پڑھنے اور طواف کرنے سے ملتا ہے اتنا ہی گناہ بھی یہاں ملتا ہے، نیز یہ بھی بتلایا کہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مطاف میں ایک سو پچیس انبیاء علیہم السلام کی قبور مبارکہ ہیں، اور یہ بھی بتلایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر بھی مطاف میں ہے، اور یہ حضرت حسن بصری کا انکشاف اور الہام ہے۔

اس لئے حجاج کرام اور معتمرین حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ حرم میں تصویر کشی سے اجتناب کریں اور ان اعمال سے بھی بچیں جن سے اللہ کی ناراضگی ہوتی ہو، بلکہ یہاں پر تو ہر وقت اللہ کا ذکر ہی مطلوب و مقصود ہونا چاہئے۔

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی
اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قواعد، مشق اور طریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی تجوید القرآن (بروایت حفص عربی)
۵- رہنمائے سلوک و طریقت ۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا
۷- الامامۃ فی الصلاۃ ومسائلہا واحکامہا ۸- التدخین بین الشرع والطب
۹- حیات عبدالرشید ۲۰۰/روپئے ۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ
۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ ۱۲- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ
۱۳- تذکرہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
۱۴- تذکرہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم و جدید
۱۶- مقالات و مشاہدات ۱۷- مکتوبات اکابر
۱۸- چندہ دینے، دلوانے اور لینے کے آداب و اصول
۱۹- افکار دل (۳۰/تقریروں کا مجموعہ) ۲۰- مدارس کا نظام تحلیل و تجزیہ
۲۱- تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ
۲۲- سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳- لڑکیوں کی اصلاح و تربیت
۲۴- ملفوظات حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ
۲۵- میری والدہ مرحومہ (نقوش و تأثرات) ۲۶- تصوف اور اکابر دیوبند
۲۷- قادیانیت نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت ۲۸- اللہ و رسول کی محبت
۲۹- تذکرہ حضرت حافظ عبدالرشید رائے پوری ۳۰- عقائد اور ارکان اسلام
۳۱- نقوش حیات حضرت مولانا عبدالرحیم متالا ۳۲- میرے شیخ و مرشد مفکر اسلام
۳۳- امامت کے احکام و مسائل ۳۴- ماں باپ اور اولاد کے حقوق
۳۵- فقہ حنفی کے مراجع اور ان کی خصوصیات ۳۶- سيرة النبى الأكرم
۳۷- القاديانية ثورة على النبوة المحمدية ۳۸- درد دل
۳۹- ساز دل ۴۰- بزرگان رائے پور
۴۱- تذکرہ حضرت مفتی عبدالقیوم صاحب رائے پوریؒ
۴۲- Rules of Raising Funds
۴۳- Beliefs and Pillars of Islam
۴۴- The Laws Pertaining to Imamat
۴۵- The Rights of Perents and children
۴۶- Guidelines for Sulook and Tareeqat
۴۷- Tasawwuf and tha Elders of Deoband
۴۸- Life Sketch of Hadhrat Thanwi
۴۹- A Biogrophy of the Noblest Nabi
۵۰- My Sheikh and Spiritual Guide

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد، سہارنپور (یوپی)
Mob: 09719831058 - 09719639955

فکر وعمل

صبر وشکر ایک عظیم دولت ہے

محمد مسعود عزیزی ندوی

یہ مضمون دراصل راقم کا ایک بیان ہے، جو ۱۶/جولائی ۲۰۱۱ء بروز جمعہ مرکز کی جامع مسجد میں نمازیوں کے سامنے ہوا، اس کی افادیت کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

صبر وشکر عظیم نعمت ہے :

میرے محترم دینی بھائیو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: "عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله له خير، وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن، إن أصابته سراءُ شكر، فكان خيراله، وإن أصابته ضراءُ صبر، فكان خيرا لهٗ "۔(رواہ مسلم)

ایمان والے آدمی کی ایک عجیب حالت ہوتی ہے، یعنی وہ اچھی اور بری دونوں حالتوں میں خیر پر ہوتا ہے، اس کے لئے جو اچھی چیز ہوتی ہے، اس میں تو خیر ہوتا ہی ہے؛ لیکن اگر کوئی برا معاملہ ہوتا ہے، یا بری چیز پیش آجاتی ہے، اس میں بھی اس کیلئے خیر اور بھلائی ہوتی ہے، اور یہ نعمت صرف مؤمن کو ہی حاصل ہوسکتی ہے، چونکہ مؤمن کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالی کی طرف سے اس کو فراوانی نصیب ہوتی ہے، یا آسانی اور سہولت میسر ہوتی ہے، تو اس پر مومن بندہ اللہ تبارک وتعالی کا شکر ادا کرتا ہے، اور جب اس پر کوئی پریشانی آتی ہے یا کوئی ناگہانی مصیبت آتی ہے تو اس پر وہ صبر کرتا ہے، اپنے رب پر ناراض نہیں ہوتا، بلکہ اپنے رب کے فیصلہ سے راضی ہوتا ہے، تو اس مصیبت پر بھی اس کے لئے اجر ہوتا ہے، اس لئے یہ دونوں چیزیں اس کے لئے بہتر ہوتی ہیں، اور شکر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کی عطا کردہ نعمتوں کو ایسی جگہوں پر خرچ کرے، جہاں اللہ تعالی پسند کرتا ہے، اللہ تعالی کی حرام کردہ جگہوں پر خرچ نہ کرے، شکر صرف یہ نہیں کہ انسان اللہ تعالی کی نعمتوں پر خوش ہو اور "الحمد للہ" اور "اللہ کا شکر" جیسے الفاظ کہے، اس سے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں بنتا، بلکہ عملاً بھی وہ نعمتوں کا صحیح استعمال کرے، تاکہ وہ شکر گزار بندہ بن سکے، اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو جو نعمتیں دی ہیں، خواہ وہ نعمتیں اس کے جسم سے متعلق ہیں، یا وہ نعمتیں اس کی زندگی کے متعلق ہیں، یا وہ نعمتیں جن سے وہ فائدہ اٹھا رہا ہے، اگر وہ ان پر اللہ تبارک وتعالی کا شکر ادا کرتا ہے، تو اللہ تبارک وتعالی اس کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالی فرماتا ہے: "لئن شكرتم لازيدنكم ولئن كفرتم إن عذابي لشديد" اگر تم نے میری نعمتوں کا شکر ادا کیا، میری دی ہوئی نعمتوں کی شکر گزاری کی، اگر تم نے ان کی قدر کی، تو میں اور زیادہ دوں گا، اور اگر تم نے میری نعمتوں کی ناشکری کی، تو سمجھ لو کہ میری پکڑ اور میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔

ہم خدا کی ناشکری کے خوگر ہوگئے ہیں:

ان سب چیزوں کے باجود ہم لوگوں کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم خدا کی ناشکری کرنے کے خوگر ہوگئے ہیں، جب بھی کوئی پوچھتا ہے تو فوراً زبان سے ناشکری کے الفاظ جاری ہوتے ہیں، چاہے اللہ ہمیں کتنا بھی نواز دے، کتنی بھی بڑی دولت دیدے، ہماری زبان پر ناشکری کے الفاظ ہی رہتے ہیں، ہمیشہ خدا کی ذات سے شکوے وشکایات زبان پر رہتے ہیں، حضرتِ انسان کی خواہش اور تمنائیں مزید بڑھتی رہتی ہیں، میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ بڑے بڑے بزنس والوں سے، بڑی بڑی کمپنیوں والوں سے، بڑے بڑے تاجر لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے، ہندوستان میں بھی اور ہندوستان کے باہر بھی، دعا سلام کے بعد جب بھی یہ پوچھا جاتا ہے کہ بھائی کاروبار کیسا ہے، آپ لوگوں کا بزنس

کیسا ہے،تو فوراً یہی جملہ زبان پر آتا ہے کہ بہت خراب حالت ہے، اچھا کاروبار نہیں ہے، کاروبار پٹ گیا، اکثر لوگ ایسے ہی کہتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اپنے علاقہ میں بھی جو بڑے بڑے چودھری ہیں، بڑے بڑے کسان ہیں، بڑے سے بڑے دوکان دار کو، بزنس مین کو جب بھی ان سے پوچھا جاتا ہے بھائی کیسی گزر رہی ہے،تو فوراً یہی کہتے ہیں کہ حالات اچھے نہیں ہے، کاروبار نہیں چل رہا ہے۔

تھوڑے سے بندے شکرگزار ھیں:

لیکن سب بندے ایسے نہیں ہوتے ہیں، بلکہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے:"وقليل من عبادي الشكور" اور بہت کم بندے ایسے ہیں جو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی! بس اللہ کا شکر ہے، ٹھیک ٹھاک ہے، اللہ تعالی جس حال میں رکھے وہی بہتر ہے،تو ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالی ان کے رزق میں، ان کی اولاد میں، ان کے کاروبار میں ترقی عطافرمادیتے ہیں، برخلاف ناشکری کرنے والوں کے کہ ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے، ناشکری کرنا صرف ہمارے ہی معاشرے کی نہیں بلکہ انٹرنیشنل پیمانہ پر، بین الاقوامی پیمانہ پر یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے، خدا کی ذات پر بھروسہ بس نام کا رہ گیا ہے، اس لئے پوری دنیا کا حال ایسا ہی ہوگیا ہے کہ زبان پر ناشکری کے الفاظ جاری رہتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اس کو زندگی دی، اللہ نے اس کو انسان بنایا، یہی کیا کم شکر کی بات ہے، اللہ نے اس کو آنکھیں دی ہیں، یہی کیا کم شکر کی بات ہے، اللہ نے ان کو ٹانگیں دی ہیں، یہی کیا کم شکر کی بات ہے، ان کو بھی تو دیکھا جائے جن کے پیر ہی نہیں، ہمارے پاس تو چپل یا جوتے ہی نہیں، یا ہلکی کوالٹی کے ہیں، ان کو بھی تو دیکھا جائے، جن کے پاس پیر ہی نہیں، یا پیر تھے اچھے خاصے لیکن کینسر ہوگیا اور کاٹنا پڑ گیا، یا پیدائشی پیر ہی نہیں تھا، اس کو بھی دیکھنا چاہئے، ایک آدمی ہے کہ اچھی خاصی نگاہ تھی لیکن اب نابینا ہوگیا، چشمہ لگاتا ہے، چشمہ میں بھی نظر نہیں آتا، اس کو بھی دیکھنا چاہئے، ایک آدمی ہے کہ اچھا خاصا سننے والا تھا مگر کانوں سے بہرہ ہوگیا، ایک آدمی تھا کہ زبان گونگی ہوگئی ہے، اور ناک کٹ گئی جس سے سونگھنے کی صلاحیت ختم ہوگئی ہے۔

اللہ کی نعمتوں کو ھم شمار نھیں کرسکتے:

اللہ تعالی وقتی طور پر اگر کسی آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے، یا طبیعت خراب ہوجاتی ہے، یا نزلہ زکام ہوجاتا ہے، بس تھوڑی سی پریشانی آتی ہے، تو یہ کہتے ہوئے پھرتے ہیں کہ کہ بھائی کیا بتلاؤں طبیعت خراب ہوگئی ہے، صبح سے نزلہ ہے، زکام ہے، کچھ کھایا بھی نہیں، جو بھی ملتا ہے یہی کہتا پھرتا ہے کہ بھائی بہت بری حالت ہے، سر میں درد ہے، کل سے دست لگ رہی ہے، اللہ کی ان دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے، ان نعمتوں پر ہم لوگ غور نہیں کرتے کہ اللہ نے ہمیں زندگی دی ہے، صحت دی ہے، تندرستی بھی دی ہے، اگر آج زکام ہوگیا، نزلہ ہوگیا تو کیا ہوگیا، اللہ نے ہمیں بہت ساری نعمتیں دی ہیں، اگر ہم اس کو شمار کرنا چاہیں تو شمار بھی نہیں کرسکتے، اللہ تعالی فرماتا ہے: "وَاِنْ تَعُدُّو نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْحَا" اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو ہم شمار نہیں کرسکتے، اللہ نے ہمیں ہاتھ دئے، پاؤں دئے، آنکھ ناک کان دئے، بہت ساری چیزیں دیں؛ لیکن پھر بھی تھوڑی سی مصیبت پر ناشکری کرتے ہیں، انسان پچیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال، ساٹھ سال صحیح رہا ہے، اس نے کسی کو نہیں بتلایا کہ الحمد للہ میں اچھا ہوں، لیکن آج اس کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے، تو اللہ کا شکوہ کرتا ہے، اللہ کی شکایت کرتا ہے کہ بھائی کیا بتلاؤں بہت بری حالت ہے، آج شکایت کرنے پر آ گیا ہے، جب کہ اللہ تعالی نے شکرگزار بندے کو انعام کا مستحق قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ دیکھو اگر تم شکر کروگے تو اور زیادہ دوں گا، ناشکری کروگے تو تمہاری پکڑ کروں گا، مگر انسان اللہ کے وعدے پر بھروسہ نہیں کرتا، یقین نہیں کرتا، اس لئے ہمیشہ ناشکری ہی کرتا ہے۔

اللہ کے وعدوں پر یقین نھیں ھے:

برخلاف اس کے کہ اگر ہمیں کوئی دنیا میں وعدہ دلادے، یا کوئی

کمپنی یقین دلا دے کہ تم کو اتنا انعام ملے گا، تو فوراً یقین آ جاتا ہے کہ فلاں اخبار میں یہ بات تھی، فلاں اشتہار میں یہ بات تھی، ٹی وی میں اور ریڈیو پر یہ بات تھی، اللہ قرآن میں وعدہ کر رہا ہے کہ تم شکر کرو گے تو میں زیادہ کروں گا، مگر یقین نہیں آ رہا ہے؛ لیکن فلاں اخبار میں، فلاں نیوز پیپر میں یہ بات تھی، تو فوراً یقین آ جاتا ہے، یا فلاں صاحب فلاں چینل پر یہ بتلا رہے تھے، تو فوراً یقین آ جاتا ہے، لیکن اس بات کو اللہ کہہ رہا ہے جو احکم الحاکمین ہے" ومن أصدق من الله قيلاً" اس سے بڑھ کر سچا کائنات کے اندر کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اس کی بات پر یقین نہیں آ رہا ہے کہ اللہ کہہ رہا ہے میں زیادہ کروں گا، مگر لوگ نہیں مانتے، شکوہ شکایت، یہ انسان کی ایک طبیعت ہے، تو ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

شکر کے دو طریقے ھیں:

شکر دو طریقہ سے ہوتا ہے، ایک تو شکر ہوتا ہے "باللسان" یعنی زبان سے، اور دوسرا "بالعمل" عمل کے ذریعہ سے، شکر زبان سے تو یہ ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں، اللہ نے ہم کو اتنی نعمتیں دی، اللہ کا شکر "اللّٰھم لك الشكر ولك الحمد" اے اللہ! ساری تعریفیں تیرے لئے، اے اللہ تیرے لئے شکر ہے، اللہ کا شکر ادا کریں، ساری نعمتوں پر، اللہ نے تو مجھے زندگی دی، اللہ نے مجھے انسان بنایا، اللہ تو نے مجھے مسلمان بنایا، اے اللہ تو نے میری آنکھوں کو ٹھیک رکھا، میرے پیروں کو ٹھیک رکھا، مجھے صحیح پیدا کیا، ورنہ تو مجھ کو مچھر بنا دیتا، کتا بنا دیتا، بلی بنا دیتا، چوہا بنا دیتا، کوئی اور جانور بنا دیتا، اور انسان بنایا تو لنگڑا بنا دیتا، لولا بنا دیتا، بہرہ بنا دیتا، مگر اللہ تو نے صحیح بنایا کہ میرے پیر بھی صحیح، میری آنکھیں بھی صحیح، میری زبان بھی صحیح، میرے کان بھی صحیح اے اللہ تیرا کتنا بڑا شکر ہے، اور اے اللہ یہ سب دینے کے باوجود بھی بیمار کر دیتا، اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے صحت بھی عطا فرمائی، صحیح چل رہا ہوں، صحیح کھا رہا ہوں، صحیح پی رہا ہوں، تندرستی ہے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور پھر جو اللہ نے نعمتیں دی ہیں ان پر بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔

عیش و آرام کے سامان پر شکر ادا کرنا چاھئے:

اللہ تعالیٰ نے بہترین مکان دیا، کتنے ایسے لوگ ہیں جو بے مکان ہیں، آپ کو اندازہ نہیں، شہروں میں دیکھئے جا کر کچھ لوگ فٹ پاتھ پر پڑے رہتے ہیں، سخت سردی کے اندر بھی ہلکا سا کپڑا لئے ہوئے، یا بعض دیہات میں کہ جھونپڑیوں میں لوگ رہتے ہیں، لکڑی کے مکانات ہیں، چھپر کے مکانات ہیں، ہمارے یہاں تو اب یہ تصور ختم ہوتا جا رہا ہے، ہم لوگوں کے مٹی کے مکانات ہیں، یا پکے ہیں، بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ چھپر کے یا لکڑی کے یا بغیر مکان والے ہیں، تو سڑکوں پر پڑے ہیں، سردی ان کو بھی لگتی ہے، مگر کیا کریں، مجبور ہیں، تو اللہ نے ہم کو مکان بھی دیا ہے، کچا نہیں بلکہ پکا دیا ہے، اب تو سب لوگوں کے پکے ہیں اور کچا بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، جو راحت، جو سکون کچے میں ہے وہ پکے میں نہیں ہے، پکے میں بجلی کا محتاج، کچے میں بجلی کا محتاج نہیں، تو یہ اللہ کی نعمت ہے، اور پھر کمانے کے لئے دوکان دی، یا کچھ بزنس دیا، یا کچھ کھیتی باڑی دی ہے، کچھ لوگ وہ ہیں جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے، زبان کے ذریعہ سے، اور عمل کے ذریعہ سے بھی شکر ادا کرنا چاہئے، ہمارا عمل بھی اس کی تصدیق کرے کہ اللہ کی یہ جتنی نعمتیں ہیں، ان پر حقیقت میں ہم اللہ کا شکر ادا کریں، اپنی زبان سے بھی اور اپنے عمل سے بھی کر کے دکھلائی، اللہ کی یہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں یہ ہماری طبیعت ہونی چاہئے، یعنی اللہ کی تمام نعمتوں کو جو جسمانی تھیں وہ بھی صحیح استعمال ہوں، جو مالی تھیں وہ بھی صحیح جگہ استعمال ہو، یہ عمل کے ذریعہ سے گویا اللہ کا شکر ادا ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اللہ کی تمام نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

برے وقت صبر کرنا:

دوسری چیز جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے کہ جب انسان کو کوئی بری بات یا پریشانی لاحق ہو تو وہ صبر کرے، صبر آدمی کس وقت کرتا ہے اور کس وقت کرنا چاہئے، صبر کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ صبر اطاعت پر کرنا چاہئے، صبر معصیت پر کرنا چاہئے، جب وہ

اپنے نفس کے خلاف اللہ تبارک وتعالی کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرے گا تو یہ اپنے نفس کے خلاف کررہاہے، جیسے سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضوکرنی پڑی، مگر اللہ کا حکم ہے کہ نماز پڑھنی ہے، وہ کرنی پڑے گی، تو یہ صبر ہے اطاعت پر، اسی طرح اس کو حکم ہے کہ آنکھیں اللہ نے دی تھیں، مگر ان کے ذریعہ غیر محرموں کو دیکھنے میں گناہ ملتاہے، اگر وہ اس سے رک جاتاہے، غیر محرموں کونہیں دیکھتا، عورتوں کونہیں دیکھتا، تو وہ گناہ سے بچتاہے، وہ صبر کرتاہے، یہ صبر ہے معصیت پر، ورنہ طبیعت چاہتی ہے کہ غیر محرموں کو دیکھے، طبیعت چاہتی ہے کہ غیر محرموں کی طرف چلے، طبیعت چاہتی ہے کہ گناہ کرے، طبیعت چاہتی ہے کہ چوری کرے، طبیعت چاہتی ہے کوئی ایسی حرکت کرے جس سے نفس کو لطف آئے؛ لیکن اللہ کا چونکہ حکم ہے، اس لئے وہ رکتاہے، یہ بھی صبر کرنا ہوا، پھر جب اللہ تعالی کی صحیح اطاعت کرتاہے گویا کہ وہ اللہ کی عبادت کرتاہے، اللہ کے حکم کو لوگوں کو بتلاتاہے۔

شریعت پر کاربند رهنا بھی صبرهے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کرنا بھی ایک طرح کا صبر ہے، چونکہ بعض دفعہ شریعت پر عمل کرنے میں بھی پریشانیاں آتی ہیں، اپنوں کی طرف سے بھی آتی ہیں، غیروں کی طرف سے بھی آتی ہیں، معاشرہ کی طرف سے بھی آتی ہیں کہ بھائی شادی کرنی ہے، مگر وہ سب کام شریعت کی روشنی میں کرتاہے؛ لیکن معاشرہ والوں کی طرف سے رکاوٹ آتی ہے کہ نہیں، وہ ناراض ہوجائیں گے، تو وہ ڈٹ جاتاہے کہ نہیں اللہ کو راضی کرناہے، تو یہاں پر اس سے معصیت سے بچنے میں نفس کے خلاف کررہاہے، معاشرہ کے خلاف کررہاہے، تو یہ بھی صبر ہے، تو جب اللہ کی اطاعت کرے گا، اللہ کی بات کرے گا تو معاشرہ والے پڑوس والے، محلّہ والے ناراض ہوں گے تو ان سے بھی ٹکرلینی ہے، یہ بھی صبر ہے، تو صبر کے اندر یہ بات بھی ہے، اسی طریقہ سے کوئی حق بات کہے اور حق کہنے میں دقت پیش آجائے، جس کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا: "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" صبر کی تلقین کرتے رہیں، اس لئے کہ حق کی بات جب کہے گا تو روڑے آئیں گے مصیبتیں آئیں گی ان کو جھیلے، تو یہ بھی اس کے سلسلہ میں صبر ہے، تو صبر کا مفہوم بڑا وسیع ہے، چاہے وہ معصیت پر صبر ہو، چاہے وہ اطاعت پر صبر ہو اور چاہے وہ مصیبت پر، بلایا پر صبر ہو، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ مسلمان کی عجیب حالت ہے، اس کو دونوں چیزوں کے اندر فائدہ ہے، اگر پریشانی آتی ہے تو اس پر وہ صبر کرتاہے، اور اگر اللہ کی طرف سے آسانیاں اور سہولتیں میسر ہوتی ہیں، تو شکر کرتاہے تو یہ صبر اور شکر بڑی نعمتیں ہیں، جس کو میسر ہوجائیں تو اس کے لئے بڑی کامیابی کی بات ہے، اللہ تبارک وتعالی ہم کو بھی صبر کی اور شکر کی توفیق عطافرمائے، صبر وشکر اللہ کی طرف سے بہت بڑاانعام، اللہ کی طرف سے بڑی نعمت ہے، اللہ تبارک وتعالی ہمارے معاشرہ میں ہمارے خاندان میں، ہمارے ماحول میں، ہماری بستی میں، ہمارے علاقہ میں بلکہ تمام مسلمانوں کے اندر صبر وشکر کو عام فرمادے، اور تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔ (آمین)

❁❁❁

همارى مشكلات كا حل

ماضی قریب کاایک واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک جگہ سخت وباء پھوٹ پڑی اور لوگوں میں تیزی سے دہشت اور سراسیمگی پھیلنے لگی، ایسی حالت میں ایک صاحب گھبرائے ہوئے ایک صاحب دل کے پاس آئے اور اپنی گھبراہٹ کے اندیشہ کا اظہار کرنے لگے، ان صاحب نے ان کی حالت دیکھ کر کہا کہ آخر اس قدر پریشانی کی کیا بات ہے، گھوڑا تو نہیں چھوٹ گیاہے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر گھوڑے کی لگام ہاتھ میں ہے اور اللہ تعالی یہ چیز دیکھ رہاہے، سن رہاہے، اور اس کی مرضی اور مشیت اور حکمت کے مطابق سارے کام ہورہاہے، وہ رحیم بھی ہے، علیم بھی ہے اور قدیر بھی ہے، تو پھر گھبرانے، پریشان ہونے اور ہمت ہارنے کا کیا ضرورت؟ ان صاحب کا بیان ہے کہ اس مختصر جملہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایسا محسوس ہوا جیسے دل کا سارا بوجھ اتر گیا۔ (مولانا سید محمد الحسنی ندویؒ)

حقائق

اسلام کامل ومکمل اورمبرہن مذہب ہے

مولانا حذیفہ غلام وستانوی استاد جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا، مہاراشٹر

ہم لوگ جس مذہب اور دین سے وابستہ ہیں وہ دین اسلام ہے، جوایک کامل ومکمل دین ہے، جس کے اکمال کا اعلان کسی بشر اور مخلوق کی جانب سے نہیں، بلکہ اللہ رب العزت کی جانب سے قرآن جیسی سچی اور آخری آسمانی کتاب میں کیا گیا ہے، سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع میں ارشادِ خداوندی ہے:"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الإسلام دینا" آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کومکمل کردیا، اور اپنی نعمت کوتمہارے اوپر تام کردیا اور اسلام کودین کی حیثیت سے تمہارے لیے پسند کرلیا۔

یہ ایک جامع ترین آیت ہے، جس میں قرآن کریم نے حقائق واقعہ کی وضاحت کردی، اسی کی تفسیر کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:''یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علومِ ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول وقواعد مُمَہَّدْ ہوچکے تھے اور فروع وجزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جاچکا تھا کہ پیروانِ اسلام کیلئے قیامت تک قانون الٰہی کے سواء کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست جانباز وسرفروش ہادیوں اور معلّموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہوچکی تھی، جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جاسکتا تھا۔

مکہ معظّمہ فتح ہوچکا تھا، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کامل وفاداری کے عہدوپیمان پورے کررہے تھے، نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم، مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لطف اندوز ہورہی تھی، شعائر کا ادب واحترام قلوب میں راسخ ہوچکا تھا، ظنون واوہام اور انصاب وازلام کا تار پود بکھر چکا تھا، شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کردیا گیا تھا کہ دوبارہ اس کی وہاں پرستش ہوسکے، ان حالات میں ارشاد ہوا: "الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشو هم واخشونی" یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہوچکے ہیں کہ تم کوتمہارے دینِ قیم سے ہٹا کر پھر''انصاب''و''ازلام''وغیرہ کی طرف لے جائیں، یا دین اسلام کومغلوب کرلینے کی توقعات باندھیں، یا احکامِ دینیہ میں کسی تحریف وتبدیل کی امید قائم کرسکیں، آج تم کو کامل ومکمل مذہب مل چکا ہے، جس میں کسی ترمیم کا آئندہ امکان نہیں، خدا کا انعام تو پورا ہوچکا، جس کے بعد تمہارے جانب سے اس کے ضائع کردینے کا کوئی اندیشہ نہیں، خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کوتمہارے لیے پسند کرلیا، اس لیے اب کسی ناسخ کے آنے کا بھی احتمال نہیں، ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں، وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، البتہ اس محسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضگی سے ہمیشہ ڈرتے رہو، جس کے ہاتھ میں تمہاری ساری نجاح وفلاح اور کل سود وزیاں ہے، گویا"فلاتخشوهم و اخشونی"میں اس پر متنبہ فرمادیا کہ آئندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت تک کوئی اندیشہ نہیں، جب تک ان میں خشیت الٰہی اور تقویٰ کی شان موجود رہے۔

اخبار وقصص میں پوری سچائی، بیان میں پوری تاثیر اور قوانین و احکام میں پورا توسط واعتدال موجود ہے، جو حقائق کتب سابقہ اور دوسرے ادیانِ سماویہ میں محدود ونا تمام تھے، ان کی تکمیل وتعمیم اس دین قیم سے کردی گئی، قرآن وسنت نے''حلت''وحرمت''وغیرہ سے متعلق

تنصیصاً وتعلیلاً جو احکام دیئے ان کا اظہار وایضاح تو ہمیشہ ہوتا رہے گا، لیکن اضافہ یا ترمیم کی مطلق گنجائش نہیں چھوڑی۔

سب سے بڑا احسان تو یہ ہی ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور خاتم الانبیاء جیسا نبی ہم کو مرحمت فرمایا، مزید برآں اطاعت اور استقامت کی توفیق بخشی، روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دسترخوان ہمارے لیے بچھا دیا، حفاظتِ قرآن، غلبۂ اسلام اور اصلاحِ عالم کا سامان مہیا فرما دیئے۔

یعنی اس عالمگیر اور مکمل دین کے بعد اب کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے، ''اسلام'' جو تفویض وتسلیم کا مرادف ہے، اس کے سواء مقبولیت اور نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

تنبیہ:

اس آیت "الیوم اکملت لکم دینکم... الخ" کا نازل فرمانا بھی من جملہ نعمہائے عظیمہ کے ایک نعمت ہے، اسی لیے بعض یہود نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! اگر یہ آیت ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اس کے یوم نزول کو عید منایا کرتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں کہ جس روز یہ ہم پر نازل کی گئی مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہوگئی تھیں، یہ آیت ۱۰ ہجری میں ''حجۃ الوداع'' کے موقع پر ''عرفہ'' کے روز ''جمعہ'' کے دن ''عصر'' کے وقت ناز ہوئی جب کہ میدانِ عرفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد اتقیا وابرار رضی اللہ عنہم کا مجمعِ کثیر تھا، اس کے بعد صرف اکیاسی روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "ان الدین عند اللہ الاسلام" شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''اسلام'' کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں ''مذہب اسلام'' کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے، گویا ''اسلام'' انقیاد وتسلیم کا اور ''مسلمانی'' حکم برداری کا دوسرا نام ہوا، یوں تو شروع سے اخیر تک تمام پیغمبر یہ ہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کو مناسب وقت احکام پہنچا کر طاعت وفرمانبرداری اور خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے ہیں، لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور نا قابلِ تنسیخ ہدایات دیں، وہ تمام شرائع سابقہ حقہ پر مع شئ زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم وملقب ہوئیں۔

بہر حال اس آیت میں نصاریٰ نجران کے سامنے خصوصا اور تمام اقوام وملل کے سامنے عموماً اعلان کیا گیا ہے کہ دین ومذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہوسکتا ہے، وہ یہ کہ بندہ دل وجان سے اپنے کو خداوند قدوس کے سپرد کر دے، اور ایک مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "یا ایھا الذین امنو ادخلوا فی السلم کافۃً و لا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین" اے ایمان والو! تم اسلام میں پورے پورے طور پر داخل ہو جاؤ اور شیطان کی نقش قدم پر نہ چلو یقیناً وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

یارب ہزاروں جان قربان تیرے اس جامع اور بلیغ فرمان پر، جس میں تو نے اسلام کے تقاضائے حقیقی کو بھی بیان کیا (یعنی بندہ مومن کا مکمل طور پر اسلامی تعلیمات پر بلا کسی کم وکاشت عمل کرنا) اور اس مقتضی کی راہ میں ثابت ہونے والے روڑے اور مانع کو بھی بیان کر دیا (یعنی شیطانی راہیں اور طریقے چاہے بابِ عبادات میں ہو یا اخلاقیات ومعاشرت میں، بابِ علم میں ہو یا تہذیب وتمدن میں، بابِ سیاست میں ہو یا معیشت میں یا کسی اور باب میں، خطوات الشیاطین کہے جائیں گے، جب کہ قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کے خلاف ہو) اور ساتھ ہی ساتھ اس مانع کی حقیقت کو بھی آشکارہ کر دیا (یعنی شطانی عداوت اور دشمنی)۔

اے اللہ! میں واللہ باللہ تاللہ، دل کی گہرائیوں سے اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ یہ کتاب خالق ومالک، مدبر وحکیم، علیم وخبیر، رحیم ورحمٰن

کی ذات باری کے علاوہ کسی کی نہیں ہوسکتی، انسان کے بس میں نہیں کہ وہ اتنے عظیم اور بالاتر مقتضی اور اس کے متعلقات کو اتنی مختصر جامع و مانع عبارت میں بیان کردے، یہ صرف تیری ذات ہی سے ہوسکتا ہے، مخلوق کی کاوشوں سے بالکل ماوراء اور مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن اور محال ہے۔

محدث کبیر، مفسر دوراں، محقق اسلام حضرت مولانا ادریس احمد صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مذاہب دنیا میں بہت ہیں، مگر ایسا مذہب جو ہر بات پر دلیل اور برہان پیش کرتا ہو، اور بے دلیل باتوں کا رد کرتا ہو، اور جن کو اپنے آغوش میں آنے کی دعوت دیتا ہو، سب سے پہلے ان کو تفکر اور تدبر کا حکم دیتا ہو کہ مجھ کو قبول کرنے سے پہلے میری تعلیمات کو عقل اور برہان کی کسوٹی پر پرکھ لو، اور خوب سوچ لو، اور سمجھ لو، جب تمہارا قلب مطمئن ہو جائے، اس وقت اس دعوت کو قبول کرو'' قال تعالیٰ "یایها الناس قد جاء کم برهان من ربکم وانزلنا الیکم نور مبینا یبین الله لکم آیاته لعلکم تعقلون و کذلك یبین الله لکم الآیات لعلکم تتفکرون"۔

ترجمہ: اے لوگو! بلاشبہ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آئی ہے، اور ہم نے تمہاری ہدایت کے لئے ایک نہایت چمکتا ہوا نور اتارا ہے، بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو تاکہ تم سمجھو اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیتوں کو بیان کرتا ہے، تاکہ تم غور اور فکر کرو، اور اپنے مخالفین سے بھی دلیل اور برہان کا مطالبہ کرتا ہو۔

قال تعالیٰ:" قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین ان عندکم من سلطان بهذا اتقولون علی الله مالا تعلمون".

ترجمہ: آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اپنے دعوے پر دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو، اس دعوے پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں، کیا اللہ پر ایسی بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔

ایسامذہب صرف وصرف مذہب اسلام ہے:

قرآن کریم میں اس قسم کی آیتیں بکثرت موجود ہیں، لہٰذا یہ کہنا کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ جو اپنی باتوں کو بے دلیل منوانا چاہتا ہے، ایک کھلا ہوا بہتان ہے۔

ہر مذہب میں کچھ اصول ہوتے ہیں اور کچھ فروع، اصول کم ہوتے ہیں، اور فروع زیادہ، ان کا فرداً فرداً سمجھنا دشوار ہے، بلکہ تطویل لا طائل اور بیکار ہے، اصول سمجھ لینے کے بعد فروع کا سمجھنا دشوار نہیں۔

اسلام کی پہلی خصوصیت:

اسلام کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہر قانون عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے بالکل مطابق ہے، کما قال تعالیٰ: "فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلك الدین القیم، ولکن اکثر الناس لایعلمون"۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے لوگو! کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا، اور اس اصلی اور جبلی فطرت کو کوئی بدل نہیں سکتا، یہی دین اسلام سیدھا دین ہے، کہ جو اس اصلی فطرت کے مطابق ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

و قال النبی صلی الله علیه وسلم کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے، بعد میں اس کے ماں باپ اس کو یہودی، یا نصرانی، یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جس قدر سائنس اور علم کو ترقی ہوتی جاتی ہے، اسی قدر اسلام کے اصول چمکتے جاتے ہیں، اور بڑے بڑے ڈاکٹر اور فلاسفر اور ہر قوم کے تعلیم یافتہ اور مقتدر افراد اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جاتے ہیں، غرض یہ کہ روز بروز اسلام کے غلاموں کا حلقہ وسیع ہوتا جاتا ہے، اور عنقریب وہ زمانہ بھی آئے گا، اور ضرور آئے گا کہ تمام مذاہب صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو جائیں گے اور صرف مذہب اسلام جو علم اور عقل کا مذہب ہے وہ باقی رہ جائے گا۔

دوسری خصوصیت:

نفس کی انتہائی تمنا اور آرزو یہ ہے کہ اس کو ایسا طریقہ معلوم

ہوجائے کہ جس سے حتی الوسع اپنے پروردگار کے حقوق عبودیت بھی بجالا سکے اور اپنے بھائیوں کے حقوقِ اخوت بھی ادا کر سکے، سوالحمدللہ شریعتِ اسلامیہ نفس کی اسی انتہائی تمنا اور آرزو کے مطابق ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جو تفصیل شریعت اسلامیہ نے کی ہے اس کا عشرعشیر بھی کسی ملت ومذہب میں ملنا دشوار بلکہ ناممکن ہے، شریعت اسلامیہ نے اگر ایک پروردگار کی معرفت اور عبودیت کے طریقے بتلائے تو دوسری طرف سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے وہ اصول اور قوانین بتلائے، کہ جن کو سن کر عقلاء عالم حیران ہیں۔

تیسری خصوصیت:

شریعت اسلامیہ کا ہر حکم معتدل اور متوسط ہے، افراط اور تفریط سے پاک ہے، توسط اور اعتدال اس کا طرۂ امتیاز ہے، کما قال تعالیٰ: "و كذالك جعلناكم امة وسطا" ہم نے تم کو متوسط اور معتدل امت بنایا (کہ جو افراط اور تفریط دونوں سے پاک)۔

چوتھی خصوصیت:

یہ ہے کہ مذہب اسلام تمام انبیاء کرام کی شریعتوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے اور تمام حکماء کی حکمتوں کا عطر ہے، اسلام نے کوئی حکمت نہیں چھوڑی کہ جسکی تعلیم نہ دی ہو کوئی خیر ایسی نہیں چھوڑی جس کا حکم نہ دیا ہو .کوئی شر ایسا نہیں چھوڑا جس سے منع نہ کیا ہو۔

کما روی عن زید بن ارقم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال" ما تركت من خير الارتد امر تكم به وما تركت من شر الارتد نهيتكم عند رواه الطبراني "۔

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''میں نے کوئی خیر اور بھلائی نہیں چھوڑی کہ جس کا تم کو حکم نہ دیا ہو اور کوئی شر اور برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے تم کو منع نہ کر دیا ہو''۔

پانچویں خصوصیت:

اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا کے تمام شہوت پرست اور ہوس ران اس کے سخت دشمن ہیں، اسلام نے نفس کے حقوق واجبہ کا پورا لحاظ رکھا ہے، لیکن شہوتوں اور نفسانی خواہشوں کا لحاظ نہیں رکھا بلکہ اسلام کی بنیاد ہی نفسانی شہوتوں کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر شہوتوں کو آزادی دیدی جائے تو پھر عالم کا تمام نظام درہم برہم ہوجائے اور کسی کی جان ومال عزت اور عصمت کوئی شئے محفوظ نہ رہے بلکہ یہ دنیا انسانوں کی دنیا نہ رہے حیوانوں اور جانوروں کی دنیا بن جائے افسوس کہ اس کی ابتداء ہو چکی ہے اور دن بدن ترقی پر ہے، شہوت پرستوں کے نزدیک دنیا ترقی کی طرف جارہی ہے، اور غیرتمند اس کو تنزل اور تباہی سمجھ رہے ہیں چونکہ اس عفیف اور پاکدامن مذہب میں شہوانی اور نفسانی لوگوں کے لئے کوئی پناہ نہیں قدم قدم پر پابندیاں ہیں، کسی کے مال کی طرف ناجائز طریقہ سے ہاتھ نہ بڑھاؤ، کسی نامحرم کی طرف آنکھ مت اٹھاؤ، اس لئے شہوت پرستوں کی نظروں میں اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب مبغوض نہیں؛ لیکن ارباب بصیرت اور شیدایان عفت وعصمت کے نزدیک یہی اسلام کے حق ہونے کی بڑی دلیل ہے، قال تعالیٰ:"ام يقولون به جنة بل جاء هم بالحق واكثرهم للحق كارهون ولو اتبع الحق اهواء هم لفسدت السموات والارض ومن فيهن بل اتينا هم بذكرهم فهم عن ذكرهم معرضون" العیاذ باللہ! آپ کے متعلق یہ خیال ہے کہ آپ کو جنون ہوگیا. حاشا وکلا آپ کو جنون کیسے ہوسکتا ہے، آپ تو حق اور صداقت لیکر آئے ہیں. مجنون تو وہ ہے کہ جس کو حق سے نفرت ہو۔

اصل وجہ یہ ہے کہ یہ دین انکی نفسانی خواہشوں کے خلاف ہے جس کو خدا نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر حق لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی تابع ہوجائے تو آسمان اور زمین اور انکے باشندے سب تباہ اور برباد ہوجائیں۔

چھٹی خصوصیت:

یہ ہے کہ اسلام کی ہر بات قول فیصل ہے، دل لگی اور ہزل نہیں، اس کی تمام تعلیم حکیمانہ ہے، شاعرانہ نہیں، نصیحت ہی نصیحت ہے، کھیل

اورتماشانہیں،کما قال تعالیٰ" انه لقول فصل و ما هو بالهزل"تحقیق یہ قول فیصل ہے ہنسی اور دل لگی سے اس کو کوئی تعلق نہیں۔

ساتویں خصوصیت:

یہ ہے کہ اسلام کے اصول میں کہیں تناقض اور کسی قسم کا تعارض نہیں، اسلام کے دو اصول جو سب سے اہم اور اقدم ہیں وہ توحید اور رسالت ہیں، جس کا خلاصہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔

غرض یہ کہ سوائے اسلام کے ہر مذہب کے اصول باہم مختلف اور متعارض ہیں اور یہ اختلاف اور تعارض اس امر کی بین دلیل ہے کہ یہ مذاہب اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ بندوں کے تراشیدہ ہیں، کما قال تعالیٰ:"افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند الله لوجد وافيه اختلافا كثيرا" کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے، اگر یہ قرآن سوائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت کچھ اختلاف پائے جاتے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "ان صلاتی و نسكى و محياى و مماتى لله رب العالمين، لاشريك له و بذالك امرت و انا اول المسلمين" یعنی اے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری عبادت، اور میرا جینا اور مرنا، سب رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ دین کے تمام شعبوں کے اکمال پر دلالت کرتی ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، وہ یہ کہ کوئی آدمی کسی سے کہے، رکوع کرو، سجدہ کرو، اس طرح پوری نماز بتائے، اور پھر کہے کہ اب ہمیشہ اسی طرح پڑھتے رہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ سکھانے والے نے پوری نماز اس کو سکھا دی، بس اسی طرح اس آیت کریمہ میں کہ میری نماز، میری عبادت، میرا جینا، اور میرا مرنا، سب اللہ کے لیے ہے، گویا اللہ رب العزت نے اس آیت کے نزول سے پہلے نماز اور عبادتوں کا مکمل طریقہ بتلا دیا، بلکہ جینے اور مرنے کا سلیقہ بھی سکھا دیا، لہٰذا ہر بندہ مسلم پر وہی طریقہ عبادت اور وہی طریقہ زندگی اور موت اللہ کے نزدیک قابل قبول ہوگا جو قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کے مطابق ہو۔

آگے حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ'' اس آیت کریمہ میں چند امور قابل توجہ ہیں، وہ یہ کہ'' صلاتی اور نسکی'' سے اشارہ ہے، بندے کے امر اختیاری کی طرف، اور'' محیای اور مماتی'' سے اشارہ ہے بندے کے امر غیر اختیاری کی طرف، اور'' للہ رب العالمین'' سے اشارہ ہے اللہ کے متصرف حقیقی ہونے کی طرف، چاہے تصرف، تصرف تشریعی ہو یا تصرف، تصرف تکوینی ہو، گویا ہر طرح کا تصرف صرف اور صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے''۔

انقیاد کی بھی دو صورتیں ہیں:

انقیاد اختیاری اور انقیاد غیر اختیاری۔

انقیاد اختیاری کہتے ہیں، بندے کا اپنے اختیار سے اللہ کے اوامر اور نواہی کو بجا لانا، مثلاً: نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، گناہوں سے بچنا، وغیرہ وغیرہ۔

اور انقیاد غیر اختیاری کہتے ہیں، بندے کا اللہ کی طرف سے آنے والے مصائب پر صبر کرنا، اور نعمتوں پر شکر کرنا، مثلاً: موت، بیماری، وغیرہ وغیرہ کہ یہ غیر اختیاری ہے۔

اب خلاصہ یہ ہوا کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کو متصرف جان کر مکمل انقیاد اور تابعداری کا سراپا مجسم بنا دے، اس صورت میں گویا وہ اپنے مقصد حیات حصول میں کامیاب ہو جائے گا، اور اللہ اس سے راضی ہو جائیں گے اور ابدالاباد کی زندگی میں اللہ اپنے فضل سے اسے جنت عطا فرمائیں گے۔

❁❁❁❁❁

محاسن اسلام

''اسلام'' آپسی اتفاق واتحاد کا حکم دیتا ہے

مولانا عبدالواجد ندوی استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی، گنگوہ

مذہبِ اسلام ایک آفاقی اور ہمہ گیر اور پکا وسچا مذہب ہے اس میں کسی طرح کا کوئی جھول، شک وشبہ نہیں، یہی وہ مذہب ہے کہ جس کی صیانت وبقاء کے لئے ہم پرور دگار سے اس کے ماننے اور اپنانے والوں کی نصرت ومدد اور تائید کا مطالبہ کرتے ہیں، کیا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی جانب ہمارا ذہن ودماغ کبھی متوجہ ہوا ہے؟، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرىٰ بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ''۔ (سورۂ ہود آیت ۱۱۷)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی انسانی بستیوں اور شہروں کو ظلم کے ساتھ ہلاک نہیں کرتا، جبکہ وہاں کے رہنے والے نیک اور صالح ہوں، چنانچہ جب تک ہمارے درمیان اسی طرح کے خائن اور غدار قسم کے لوگ موجود رہیں گے تو اس وقت تک ہم ایسی ہی ذلت وخواری میں مبتلا رہیں گے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اجنبیوں کو یہ طاقت وقوت نہیں دی کہ اسلام اور اہل اسلام اور اسلامی ممالک کو اپنے زیرنگیں بنائیں، ان پر حکومتیں کریں، ان پر غلبہ حاصل کریں، ان پر فتح حاصل کریں، اُنکو اپنا غلام اور محکوم بنائیں، اور ان کے مالوں پر قبضہ کریں، بلکہ اس ظلم کے ہم خود ذمہ دار ہیں، ہم نے ہی خود اپنی غداری سے، اسلامی ممالک کو غیروں کے قبضہ میں دیا ہے، اب مسلمانوں کی ذلت وپستی اور محکومیت سے اللہ پاک کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو زندگی کا سبق سکھایا جائے اور انکے بروں کو نیکوں سے اس طرح علیحدہ کردیا جائے جس طرح آگ سونے کو کھوٹ اور میل سے پاک کردیتی ہے۔

واضح رہے کہ آج کے اس پُرخطر وپُر آشوب دور میں اُمت جن پریشانیوں اور آلام وتکالیف سے دوچار ہے وہ تقریباً سب پر عیاں ہیں کسی پر بھی مخفی نہیں ہے، لیکن جب ہم غور کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں تو بہ آسانی معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سب کچھ ہمارے وہ سیاہ کارنامے ہیں جن کو ہم نے بذات خود انجام دیا ہے، ایک موقع پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی طرف بہت اچھے انداز میں توجہ دلائی ہے، فرمایا: ''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ''۔ (سورۃ الروم ۴۱)

برو بحر میں جو بھی فساد ظاہر ہوتا ہے وہ سب لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی (یعنی اُنکے سیاہ کرتوت ہیں)، اور اسی طرح ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: ''وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ''۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر ۳۰)

اور جو تم پر مصیبت واقع ہو تو وہ بدلہ ہے اس کا جو تم نے کیا ہے اور تمہارا پروردگار بہت سے گناہوں کو معاف کرتا رہتا ہے۔

آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ اس جہاں فانی میں بندوں پر جو مصائب وآلام آتی ہیں تو انکا اصل سبب بندوں کے گناہ ہوتے ہیں، پھر ایسا بھی نہیں کہ دُنیا میں ان گناہوں کا پورا پورا بدلہ دیدیا جاتا ہے کہ ہر گناہ کے بدلہ کوئی مصیبت ڈالدی جائے جبکہ بہت سے گناہ تو معاف کردیئے جاتے ہیں، بالفرض اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر گناہ پر پکڑنے پر آجائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّة''۔ (سورۃ النحل ۶۱)

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کے باعث انکی گرفت کرنے پر آجائے تو وہ رُوئے زمین پر کسی بھی چوپائے کو نہ چھوڑے۔

انتہائی افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن خود مسلمان ہی ہیں یہ انتہائی کم بختی کی بات ہے کہ اگر کوئی سچا پکا مسلمان اپنی ملت اور قوم وطن کی کچھ خدمت بھی کرنا

چاہتا ہے، تو وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے اس کو ذکر کرنا اور بتلانا بھی مناسب نہیں سمجھتا، بلکہ خوف کھاتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس تجویز کو سنکر کسی اجنبی اور غیر کو جا کر بتلا دے، ایسی جاسوسی اور چغل خوری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس سے اجنبیوں کو فائدہ پہنچایا جائے وہ مسلمانوں سے ہوشیار رہیں اور مسلمان اور اپنی قوم اور دین کے لئے کچھ نہ کرسکیں، اللہ پاک ہماری اس حالت زار پر رحم فرمائے!!!

حق بات یہ ہے کہ مسلمان مسلمان ہی سے ڈرتا ہے، اجنبیوں اور غیروں سے نہیں ڈرتا، نیز یہ بھی برحق ہے کہ غیروں سے مسلمان عموما بہت لوگ مل جاتے ہیں جوان کی بہبودی کیلئے اپنی قوم کی جاسوسی کرتے ہیں، ایسے خطرناک حالات میں بتایئے کہ اب اسلام اور ایمان کہاں ہے اور خالق کائنات کے فرمان کی کس کو پرواہ ہے: ارشاد باری ہے: ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌفَاَصْلِحُوْابَیْنَ اَخَوَیْكُمْ ''۔(سورۃ الحجرات ۱۰)

اب ہمارے تسفل کے اسباب میں سے ایک ممتاز اور بین سبب اتحاد کا عنقاء ہو جانا ہے، اشتراک عمل کا نہ ہونا ہے، یکجہتی و یکدلی کا چھوٹ جانا ہے، قرآن کریم نے ہم کو پہلے ہی سے اس اہم امر کی خبر دی تھی کہ کسی قوم کی تباہی کا پہلا اور تباہ کن سبب پھوٹ اور آپسی فرقہ آرائی اور انتشار ہے، قرآن کریم نے قوموں کی ترقی وتنزلی اور سعادت وشقاوت کے جو اُصول اور ضابطے بیان فرمائے ہیں، ان میں سب سے اہم اور ضروری جزو اتفاق واتحاد یا افتراق واشتقاق ہے، اگر اتحاد و اتفاق کو زیر عمل رکھا جائے، تو ترقی وسعادت اور عروج سربلندی ہے ورنہ ذلت وپستی اور قعر مذلت یقینی ہے، قرآن مجید نے جا بجا اتحاد واتفاق کو قومی زندگی کی بنیاد اور رحمت ونعمت بتایا ہے اور اسکو اپنے انعامات واحسانات عظیمہ میں سے شمار کیا ہے، کیونکہ یہ رُوح اگر قوم میں سے پرواز کر جائے تو اس کو دُنیا میں ہمیشہ ناکامی ونامرادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے اور وہ قوم زندہ رہنے کی اہلیت کھو بیٹھتی ہے، چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اہل اسلام کو آگاہ کرتے ہوئے فرمارہے ہیں: ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْاوَاذْكُرُوْانِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًاوَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آیَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ''۔(سورۂ آل عمران ۱۰۳)

اور سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ و اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر کی ہے، جبکہ تم ایک دُوسرے کے دُشمن تھے اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دلوں میں پھر تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڈھے کے کنارے پر تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچالیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے، تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ انتشار اور فساد کی زندگی کو ہلاکت و تباہی کی ایک آگ بتا رہے ہیں کہ اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آکر قوم کی خرمن حیات جل کر سیاہ وخاکستر کا ایک ڈھیر بن جاتی ہے، فساد اور افتراق کے ہوتے ہوئے قوم زندہ نہیں رہ سکتی، اسی قانونِ فطرت سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی قومی زندگی کے عروج وسربلندی کے لئے اتفاق واتحاد رحمت حق تھی کہ جب تک اُن میں یہ رُوح موجود رہی تو وہ بام عروج پر رہے اور جب ان میں پھوٹ نے ڈیرا آجمایا تو نحوست نے ان کو بام عروج وترقی سے نیچے دے پٹکا، اگر چہ قومی تنزلی کے متعلق بہت سی قیاس آرائیاں کی جاتی ہیں، لیکن قرآن کریم نے صاف اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کردیا ہے کہ قومی تباہی وبربادی کا سبب یہی صرف یہی افتراق وانتشار ہے جو آج پوری قوم اور اُمت مسلمہ پر چھایا ہوا ہے، احادیث صحیحہ ومبارکہ نے مسلمانوں کی عزت و سربلندی اور نحوست وادبار کے اسباب وعلل پر بحث وگفتگو کرتے ہوئے اُن کی حقیقی زندگی کا نقشہ کھینچا ہے، نیز آپسی بھائی چارے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت خوب رہبری فرمائی، ارشاد نبوی ہے: ''وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاتَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْاوَلَاتُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَیْئٍ اِذَافَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ ؟أَفْشُوْاالسَّلَامَ بَیْنَكُمْ ''۔(رواہ مسلم وریاض الصالحین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم جنت میں نہیں جاسکتے جب تک تم مؤمن نہ ہو اور تم مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتلا دوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو باہم محبت کرنے لگو، آپس میں سلام کو عام کرو۔

ہم مؤمن تب ہی بن سکتے ہیں، جب ہم اپنے دل سے کینہ، بغض، حسد اور دُشمنی نکال دیں گے، دُوسروں کو تکلیف نہ دیں گے اور ہر ایک سے محبت و پیار کریں گے اور صرف یہی نہیں کہ جانی یا مالی نقصان پہنچانے سے پرہیز کریں بلکہ اگر ہماری زبان کھلے تو دُوسروں کے لئے محبت آمیز بات نکالنے کے لئے کھلے، اور مسلمانوں کی شان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَيَدِہٖ"۔ (صحیح البخاری، صفحہ۶)

مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان دونوں سے دُوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور پھر یہ بھی فرمایا: "لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِه"۔ (صحیح البخاری صفحہ۶)

تم میں سے کوئی بھی شخص مؤمن کامل نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی قومی اور اجتماعی حیات کی بنیاد محبت اور اتفاق واتحاد پر رکھی ہے، اسی کو اسلام، اسی کو ایمان قرار دیا ہے، یہی قوم مسلم کی پہچان ہے اور یہی تکمیل ایمان کا جز ٹھہری تو پھر وہ شخص جو ان اصول وقوانین کے برعکس ان ہاتھوں سے جو مسلمانوں کی امداد اور دستگیری کے لئے وقف ہونے چاہئے تھے، ان کا گلا کاٹنے لگے تو اس سے بڑھ کر ظالم اور کون شخص ہوسکتا ہے۔

نظریاتی اختلافات ہو سکتے ہیں، اختلافات بسا اوقات رحمت بھی بن جاتے ہیں، لیکن وہ بند کمرے میں ہونے چاہئے ان کا فرنٹ پر آجانا، پرنٹ میڈیا، یا شوسل میڈیا پر آجانا تو اپنی ہوا خود بخود اُکھاڑنے کے مترادف ہے، لہٰذا رفتارِ زمانہ کی نبض سے واقف ہونا بھی ضروری ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اغیار ہمارے تھوڑے سے بھی اختلاف سے بہت بڑا نقصان پہنچانے اور اپنا فائدہ اُٹھانے کا پلان نہ بنالے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ کو نقصان پہنچا ہے، تو اپنے درمیان اختلاف واقع ہونے کی وجہ سے پہنچا ہے، اسلئے ہم سب کو بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے، قرآن کریم بہت صاف الفاظ میں بیان کرچکا ہے: "وَلَاتَنَازَعُوْافَتَفْشَلُوْاوَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا"۔ (سورۃ الانفال،۴۶)

آپس میں جھگڑا نہ کرو نہیں تو تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور تم جمے رہو، اس سے صاف اور واضح تعلیمات و ہدایات اور کیا ہوسکتی ہیں، اللہ پاک صحیح سمجھ عطا فرمائے!

واضح رہے کہ ملتِ اسلامیہ اس وقت تک ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی جب تک اتحاد واتفاق ملتِ اسلامیہ کی صفوں میں لوٹ کر نہ آئے، اور تائب ہو کر راہ راست پر نہ آئے، اور عوام الناس جو نفس پرستوں کے پنجۂ عقیدت میں گرفتار ہو کر ہر جائز وناجائز پر عامل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، ان کا بھی فرض ہے کہ وہ پھر اس مشعل ہدایت اور شمع سعادت کی روشنی میں آکر حق وباطل میں تمیز کرنا سیکھیں، قرآن کریم کو اپنا ہادی اور رہبر بنائیں اور تمام رشتوں سے کٹ کر صرف ایک خدا کے ہو جائیں، اور پھر متحد ومتفق ہو کر اغیار کے حملوں کو روکنے کی سعی وکوشش کریں، نیز تمام فرائض وواجبات پر عمل پیرا ہوں اور محض اللہ کی ذات پر ہر آن اور ہر لحہ کامل ومکمل بھروسہ ہو، یہی ملت کے بام عروج پر پہنچنے کا واحد حل، ذریعہ اور راستہ ہے اور یہی امراضِ خبیثہ کا علاج ہے "والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ" علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے: ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

اے کاش! ملت اسلامیہ اس گر کو اپنائے اور گلے سے لگائے اور کامیابی وکامرانی کی راہوں پر گامزن ہوجائے۔ ❁

اظہار مسرت

شکر وتقدیر

محمد مسعود عزیزی ندوی

شیخ حامد اکرم بخاری حفظہ اللہ شیخ الحدیث مسجد نبوی مدینہ منورہ ۱۱؍فروری ۲۰۱۸ء بروز اتوار صبح گیارہ بجے مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد میں تشریف لائے، شیخ کے اعزاز میں ایک استقبالیہ پروگرام رکھا گیا، جس میں عوام وخواص کے ایک جم غفیر نے شرکت کی، راقم نے شیخ کی خدمت میں جو سپاس نامہ عربی میں پیش کیا تھا، وہ یادگار کے طور پر یہاں نقل کیا جارہا ہے۔(ادارہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

ضيفنا المبجل! إننا بهذه المناسبة السارة الميمونة نشعر بالفرح والسرور إذ نستقبلكم، ونقدم إليكم أزكى التحيات وأطيب التمنيات وأجملها وأنداها، ونقول: "أهلاً وسهلاً مرحباً بكم" ونشكرلكم على قدومكم الميمون في هذه الدار "مركز احياء الفكرالاسلامی" فی مظفرآباد بمديرية سهارنفور لولاية اترابراديش-الهند- التي أسست تحت إشراف سماحة الشيخ العلامة السيد محمد الرابع الحسنى الندوى حفظه الله تعالى الرئيس العام لندوة العلماء لكناؤ فى ٢٠/ رجب سنة ١٤٢١هـ المصادف ١٩/ اكتوبر سنة ٢٠٠٠م لبث الفكر الإسلامى الصحيح وتبليغ الكتاب والسنة إلى الناس جميعاً، ولها أهداف نبيلة عالية وهى:

☆ إيقاظ الوعي والشعور الديني وإحياء الفكرالإسلامي الأصيل، ونفخ الروح والحمية الدينية في النشأ الإسلامى الجديد.

☆ العناية بتحفيظ القرآن الكريم وتدريسه ككتاب لكل عصر وجيل.

☆ تصحيح العقائد في ضوء الكتاب والسنة، والدعوة للرجوع إلى الإسلام من جديد.

☆ تخريج الدعاة وإعداد العلماء الذين لهم اطلاع واسع ومعرفة تامة في الأوضاع المتطورة والقضايا المعاصرة والمشكلات الموجهة إلى المسلمين عالميا مع التبحر والرسوخ في علوم الكتاب والسنة.

☆الرد على شكوك وشبهات يثيرها المستشرقون والمناؤون ضد الإسلام، والإثبات أن الإسلام يصلح للقيادة العالمية في كل زمان ومكان.

☆ تبليغ دعوة الإسلام إلى إخواننا غير المسليمن في الهند والتصريح أمامهم بأن الإسلام نظام كامل وشامل لجميع نواحي الحياة وسبب رحمة لسائر الإنسانية.

وانجازاً للمشاريع المذكورة وتحقيقاً للأهداف السامية السابقة قسم مجال أعمال المركز إلى أقسام مختلفة وهى كمايلى: جامعة الإمام أبى الحسن الاسلامية، جامعة فاطمة الزهراء للبنات، مكتبة الإمام أبى الحسن العامة، مركز الامام أبى الحسن للدعوة والبحوث الإسلامية، قسم الدعوة والإرشاد، قسم الافتاء والقضاء، قسم الصحافة الإسلامية،

دارالبحوث والنشر، قسم الدبلوم فى اللغة الانكليزية وآدابهـا، وتقوم هذه المؤسسة بخدمة الدين الاسلامى والملة البيضاء فى هذه المجالات المذكورة.

أيهاالمحدث الجليل! انتم ضيفنا المبجل الذى ينتمى إلى المسجد النبوى الشريف بالمدينة النبوية المباركة، والذى درس على عددٍ من المشائخ والعلماء فى شتى العلوم الشرعية فى مدارس مختلفة، فمن ذلك أنه قرأ القرآن الكريم بالقراء ات وقرأ الاحاديث النبوية على صاحبها الصلاة والتسليم وكذلك أجازه جمع كبير من العلماء، فشيوخه فى القرآن والقراء ات أكثر من عشرين، وكذلك يروى الشيخ الكتب الستة وغيرها قراءةً وسماعاً وإجازةً عن عدد من العلماء وبأسانيد عالية متصلة، تفردبعضهم فى العلوفى زماننا، لذلك يحصل العديد من العلماء على إجازة الحديث منه لعلوسنده.

أيها الشيخ المبجل! نعترف بخدماتكم الجبارة فى سبيل العلم والدين، انتم شخصية كبيرة له مأثر علمية فى مجال التصنيف والتأليف، فألف "إجابة الناسك إلى أحكام المناسك" و"لقط الدرر من الأسانيد الغرر الموصولة إلى سيد البشر" و"المجتبى من لقط الدرر" و"تحقيق شرح الشاطبية لملاّ على القارى"، إذاً هو من العلماء الذين جمعوا ألواناً وأصنافاً من العلوم مع الإتقان كالفقه والحديث والقراء ات وغيرها، بارك اللّٰه فيهم ودام اللّٰه ظلهم.

سماحة العلامة! هذا من بواعث الفرح والسرور انه وفقنى اللّٰه سبحانه وتعالى لزيارتكم فى المسجد النبوى الشريف والاستفادة منكم، والحصول على إجازة منكم، بكل مايصح لكم وعنكم روايته من منقول ومعقول من حديث وتفسير وعقيدة وفقه وأصول ولغة وغيرها من العلوم الشرعية والعربية، خاصة بكتب السنة المشرفة، حتى انسلكت فى سلك تلاميذكم وأنتم شيخى وسندى، وهذاكله من فضل الاستاذ الشيخ الحكيم محمدعثمان القاسمى حظفه اللّٰه تعالى المقيم فى المدينة المنورة، ولماسمعت أنكم تسافر الى الهند سررت بهذا النباء فانتهزت هذه الفرصة الغالية وقدمت الطلب إليكم للحضور فى مؤسستناهذه، فأجبتم حتى تشرفتمونااليوم بقدومكم الميمون، وهذه الحفلة تعقد فى إكرامكم واستقبالكم، تقبل اللّٰه مناو منكم السعى المشكور، ومتعنا اللّٰه بكم والاسلام والمسلمين.

بعد هذه الكلمة التى كانت كلمة حب وتقدير وتحية ووفاء وإخلاص نرحب بكم ترحيباً حاراً مرة ثانية من جميع المسئولين لهذه المؤسسة، ونلتمس من سماحتكم أن لاتنسونا فى دعواتكم الصالحة فى أوقاتكم الخاصة.

❁❁❁❁

Files\A027.TIF not found.

اصلاحیات

مسجد کے آداب اوراسکے عظیم فوائد

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

اِنَّمَا یُعَمِّرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ“ مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں، جواللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشادفرماتے ہیں جو مسجدوں سے الفت رکھتا ہے، اللہ تبارک وتعالی اس سے الفت رکھتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:”جواللہ تعالی کے لئے کوئی مسجد بنائے اللہ تعالی اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنائیں گے“۔

مسجد خدا کا گھر ہونے کے اثرات:

اسلام نے مسجد کوخدا کا گھر قرار دیا ہے، یہ تصور لیکر جب آدمی مسجد پہنچتا ہے، تواس پرایک خاص اثر ہوتا ہے، وہ خدا تعالی کو اپنے سامنے سمجھتا ہے، اس لئے خودبخوداس پر رعب وہیبت طاری ہوجاتی ہے، اس سے انسان میں عاجزی اور تواضع پیدا ہوتی ہے، احساس برتری وتکبر دور ہوتا ہے، ایک آقا کے سب غلام اور مالک کے سب بندے ہونے کا تصور جاگزیں ہوتا ہے، چنانچہ ہارون رشید خلیفہ ایک مرتبہ جامع مسجد دیر سے پہنچے، جگہ نہ رہی تھی، اس لئے شہنشاہ کو جوتوں میں ہی کپڑا بچھا کر کھڑا ہونا پڑا، کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ غلاموں یا رعایا میں سے کسی کو پیچھے ہٹا کر بادشاہ کو آگے بڑھادے، علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا: ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا، اور نہ کوئی بندہ نواز
تیری درگاہ میں پہنچے توسبھی ایک ہوئے
بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے

مسجد کے بین الاقوامی فوائد:

مسجدیں بین الاقوامی اور عالمی معاملات پر اثرانداز ہوتی ہیں، مسجد کا نظام اوراس میں افعال ادا کرنے کے طریقوں کی یکسانیت تمام مساجد کا ایک ہی رخ، ہرایک کو داخل ہونے کی یکساں اجازت سب کے حقوق کی برابری وغیرہ وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں کہ تمام دنیا میں یکساں ہیں، دنیا کے کسی خطہ میں چلے جایئے، ایک سا نظام اور ایک سا ہی ڈھنگ نظر آئے گا اور ہر جگہ حبشی، رومی، عربی عجمی، یورپین، ایشیائی کالے گورے، امیر غریب اور حاکم محکوم ایک ہی صف میں کھڑے، ایک ہی طرح کے افعال ادا کرتے نظر آئیں گے، قدرتی طور پر یہ چیزیں مختلف اقوام اور طبقات کے افراد میں میل جول اور الفت ومحبت پیدا کرنے کا ایک مؤثر سبب بنتی ہے، اس سے صرف مسلمانوں کو نہیں غیرمسلموں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے، کیونکہ جب ایک کالے اور گورے مسلمان میں الفت ومحبت پیدا ہوتی ہے، تو اختلاف ونفرت کی خلیج تنگ ہوتی ہے، اوران کے ذریعہ دوسرے احباب میں بھی جن میں غیرمسلم بھی ہوتے ہیں، الفت ومحبت پیدا ہوہی جاتی ہے، اس طرح خودبخود ایک عالمی سوسائٹی وجود میں آتی ہے، جو مساوات واخوت انسانی کی علمبردار، عالمی اتحاد ومحبت وہمدردی کی وفادار اورنسل ورنگ، نیز طبقاتی امتیاز ونفرت سے بیزار ہوتی ہے۔

نظام مسجد اسلامی حکومت کا بدل ہے:

اگر اسلامی حکومت نہ رہے تو مسجد اس کا بڑی حد تک قائم مقام اور بدل نیز ملت کے نظام اور اجتماعی شان کو برقرار رکھنے کے لئے سب سے بڑا سبب ومرکز ثابت ہوسکتی ہے، گویا ہر حالت میں انفرادی واجتماعی زندگی کے ہر شعبہ میں روح بھرنے کا مرکز مسجد ہی رہے گی، اور امام مسجد اس کا نگراں ورہنما ہوگا۔

نظام مسجد کی همه گیری:

اسلامی تعلیمات کا ڈھنگ کچھ ایسا ہے کہ اس کی بنا پر ہر محلّہ اور بستی میں مسجد ضروری ہے، پھر اس میں ہر طبقہ کے افراد کی شرکت ضروری ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کے کچھ نہ کچھ اثرات قبول کرنا بھی لازمی ہے، بہرحال دنیا کے نقشہ پر مسجدیں جو کردار ادا کررہی ہیں، ان کے عملی مشاہدہ سے اس بات کے تسلیم کرنے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ان مساجد نے دنیا کے مختلف خطوں اور علاقوں کو اپنی وحدت کی ایک لڑی میں پرودیا ہے، اشاعت علم تہذیب اخلاق، تربیت واصلاح درس اخوت ومساوات وانسانیت اور باہمی ہمدردی وتعاون کے ایسے سرچشمے جاری کردیئے ہیں، جن سے تمام دنیا مستفید ہورہی ہے، اسی لئے مساجد کو''خیر بقاع الارض'' زمین کے تمام خطوں سے بہتر فرمایا گیا ہے، یہ ایسا حیرت انگیز وعجیب نظام ہے کہ دنیا میں کوئی مذہب اور کوئی قوم اس کا بدل پیش نہیں کرسکتی۔

غور فرمایئے یہ ایسا حیرت انگیز وعجیب نظام ہے، کیا دنیا میں کوئی عبادت گاہ ان عظیم الشان فوائد وخصوصیات کی حامل ہے جن کا صدور وفیضان مساجد سے ہرآن جاری ہے۔

اللہ تعالی کے نزدیک مساجد کا مرتبه:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ تمام جگہوں میں سب سے زیادہ بری جگہ بازار ہے، اور سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں۔ (مسلم شریف)

مساجد چونکہ اللہ تعالی کے ذکر کے لئے بنائی گئی ہیں، اس لئے وہ بہترین جگہیں ہیں، اور بازار چونکہ عام طور پر غفلت ومعاصی، جھوٹ ودغابازی، شوروشغب اور جھگڑوں کی جگہ ہے، اس لئے وہ اللہ تعالی کے نزدیک انتہائی مبغوض ہے، اسی لئے صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین اگر بازار میں تشریف لیجاتے یا وہاں کوئی کاروبار کرتے تو اس کا اہتمام کرتے تھے کہ وہاں کسی وقت اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہوں، ان کا حال یہ تھا کہ اذان کی آواز بازاروں میں سناٹا ڈالدیتی تھی، لوگ فوراً دکانیں بند کرکے اور خرید وفروخت چھوڑ کر مسجد کی طرف دوڑتے تھے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا: ''رجال لاتلهيهم تجارة ولابيع عن ذكر الله واقام الصلوة'' یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، بازار کے شروفساد کی جگہ ہونے ہی کی وجہ سے بازار میں جاہل مسلمانوں کے لئے چوتھے کلمے کے ورد کو مسنون قرار دیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بازار جاتے وقت چوتھا کلمہ پڑھے تو اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور دس لاکھ گناہ معاف ہوتے ہیں اور دس لاکھ درجے بلند کئے جاتے ہیں، اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنایا جاتا ہے۔ (ترمذی شریف)

مسجد کی بے ادبی بڑا گناہ هے:

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ دنیاداری کی باتیں مسجدوں میں کیا کریں گے، لہٰذا تم ان کے پاس بالکل نہ بیٹھنا کیونکہ اللہ تعالی کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ (مشکوۃ شریف)

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب''۔ (سورۂ حج آیت ۳۲)

یعنی شعائر اللہ کی تعظیم وہی کرتا ہے جس کے دل میں تقوی اور خوف خدا ہوتا ہے، شعائر شعرہ کی جمع ہے ''شعرۃ'' اس نشانی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی علامت اور پہچان کے لئے مقرر کی گئی ہو، جیسے مینار مسجد کی خاص علامت ہے اور ڈاڑھی مسلمان ہونے کی پہچان ہے، پس وہ تمام چیزیں جو اسلام کی پہچان اور علامات ہیں ''شعائر اسلام'' کہلاتی ہیں، شعائر کا دین سے بڑا گہرا تعلق ہے، جن پر دین کا دارومدار ہے، ان کی تعظیم وتکریم ایمان کی شان ہے اور ان کی بے حرمتی دین کی بربادی ہے، یہی وجہ ہے کہ کمزور سے کمزور ایمان والا شعائر اسلام کی ادنی سے ادنی بے ادبی کو برداشت نہیں کرسکتا، چنانچہ اگر کسی بے عملی مسلمان سے بھی قرآن پاک گر جائے تو وہ بہت زیادہ پریشان ہوتا ہے، اور اس

کو بہت بڑا گناہ تصور کرتا ہے، علماء کرام سے اس کا کفارہ معلوم کرتا ہے، اور جب تک کفارہ نہ دیدے اس وقت تک اس کو چین نہیں آتا، کیونکہ قرآن پاک شعائر اسلام میں سے ہے، اس کی تعظیم ایمان والوں کے دلوں میں ایسی رچی بسی ہوئی ہے کہ وہ کسی طرح نکل ہی نہیں سکتی، خواہ ان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہ ہوجائیں، اور ایسی چیزیں بہت ہیں جو شعائر اسلام کہلاتی ہیں، لیکن ان میں چار بڑے بڑے شعائر ہیں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن پاک، نماز اور خانہ کعبہ، اسی طرح جتنی مساجد ہیں وہ بھی شعائر اسلام میں سے ہیں، کیونکہ تمام مسجدیں عظمت وتقدس میں ام المساجد خانہ کعبہ کا پرتو (عکس) ہیں، لہٰذا ان کی تعظیم وتکریم ایسے ہی واجب ولازم ہے جیسے خانہ کعبہ کی اور ان کی بے ادبی اسی طرح حرام ہے، جس طرح خانہ کعبہ کی بے ادبی حرام ہے۔

ہماری مسجدیں بظاہر آباد ہیں، ان کی آبادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کا مصداق نظر آتی ہے "مساجدهم عامرۃ وهي خراب من الهدى"۔ (مشکوۃ شریف)

یعنی اخیر زمانے میں مسجدیں بظاہر آباد معلوم ہوں گی مگر درحقیقت وہ ہدایت والوں سے خالی ہوگی، اس لئے کہ اول تو ان میں نمازی ہی کم ہیں اور جو بھی کچھ ہیں تو مسجدیں چوپال بنی ہوئی ہیں، دنیا کے تمام دھندے وہاں ہوتے ہیں، ہر قسم کے قصے قضیے وہاں طے ہوتے ہیں، وہاں نہانے دھونے کی جگہیں بھی ہیں، اور لیٹے سونے کے لئے آرام گاہ بھی ہیں، غرض سب کچھ ہے مگر اس چیز کا قحط ہے جس کے لئے یہ مقدس عبادت گاہ بنائی گئی ہیں۔

مسجد کو پاک وصاف رکھنا چاہئے:

مسجد کا ادب یہ بھی ہے کہ اس کو پاک وصاف رکھا جائے، پاک رکھنا یہ ہے کہ اس میں کوئی ناپاک آدمی یا کوئی ناپاک چیز داخل نہ ہونے پائے، اور صاف رکھنا یہ ہے کہ اس میں جھاڑو دیتے رہیں، گردوغبار جالے وغیرہ صاف کرتے رہیں، اور آتے جاتے اگر کوئی تنکا وغیرہ پڑا ہوا دکھائی دے تو اس کو اٹھا کر باہر پھینک دیں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مسجد میں جھاڑو دیتی تھی، ایک رات اس کا انتقال ہوگیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ خیال کیا کہ اس وقت اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا جائے گا، تو آپ کے آرام میں خلل آئیگا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کئے بغیر انہوں نے خود ہی نماز جنازہ پڑھ کر رات ہی میں دفن کردیا، جب صبح ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے باز پرس فرمائی کہ تم نے مجھے کیوں نہیں جگایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ساتھ لیکر قبر پر تشریف لے گئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی اور دعا فرمائی، افسوس آج کل مسجد میں جھاڑو دینے کو معیوب اور ذلت سمجھا جاتا ہے۔

مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا:

مسجد میں لوبان یا عود وغیرہ کی دھونی دینا، اگر بتیاں جلانا سنت ہے، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی مسجدوں سے چھوٹے بچوں اور پاگلوں کو دور رکھو، اسی طرح خرید وفروخت، شور وشغب اور لڑائی جھگڑوں سے پاک رکھو، نیز مساجد میں حدود قائم کرنے اور تلوار سونتنے سے بچو اور مسجد کے دروازں پر وضوخانے بناؤ اور مساجد میں ہر جمعہ کو خوشبو کی دھونی دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

بدبو دار چیز کھا پی کر مسجد میں جانا جائز نہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اس بدبودار درخت میں سے کچھ کھائے (مراد لہسن اور پیاز ہے) تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، اس لئے کہ جس چیز سے آدمی کو اذیت پہنچتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی اذیت پہنچتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کے استعمال سے منع فرمایا نیز یہ فرمایا کہ اگر تم کو کھانا ضروری ہو تو پکا کر

ان کی بدبو دور کر دو پھر کھاؤ۔(ابوداؤد شریف)

اکثر لوگوں کو حال:

آج کل اکثر حقہ اور بیڑی پینے والے اس میں غفلت برتتے ہیں بلکہ بعض تو جب نماز کیلئے آتے ہیں تو بیڑی کے کش لیتے ہوئے آتے ہیں، اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر بیڑی پھینک کر مسجد میں داخل ہوجاتے ہیں، اوران میں شاید کوئی ہی ہوگا جو مسواک یا منجن استعمال کرتا ہوگا، عام طور پر محض کلی پر اکتفا کر کے نماز شروع کر دیتے ہیں، جس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچتی ہے، نماز اللہ تعالی کی محبوب ترین عبادت ہے، اس کے ذریعہ بندے کو اللہ تعالی سے مناجات اور ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، یہ فضل الٰہی ہے کہ اس نے اپنی ذات عالی سے بندۂ ناچیز کو ہم کلام ہونے کی اجازت دیدی ورنہ بندوں میں یہ اہلیت کہاں تھی، کسی نے بہت عمدہ بات کہی ہے: ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اگر ہم ہزار دفعہ بھی اپنے منہ کو مشک وگلاب سے دھولیں تب بھی اس زبان سے آپ کا نام لینا سراسر بے ادبی ہے۔

شیطانی آوازوں سے مسجد کو پاک کریں:

آج کل موبائل کا استعمال بہت عام ہوگیا ہے، اس میں جہاں بہت سے فوائد ہیں وہی اس کے آزادانہ استعمال نے بہت سی الجھنیں اور پریشانیاں بھی پیدا کر دی ہیں، کتنے نمازی ہیں کہ وہ جب مسجد میں آتے ہیں موبائل بند نہیں کرتے، جس سے ایک طرف وہ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف موبائل کی گھنٹیاں بھی بج رہی ہوتی ہے، اوران کی آوازوں سے وہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔

بعض موبائلوں کی رنگ ٹون (گھنٹی) میں گانا فٹ ہوتا ہے، بعض میں گانے کی طرح کوئی اور چیز ہوتی ہے اور بعض میں میوزک فٹ ہوتی ہے، جس کا مسجدوں میں بجنا احترام مسجد کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ نمازیوں کے لئے سخت تشویش وانتشار کا باعث ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ دو قسم کی آوازیں ملعون ہیں جن پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے، ایک گانے کے ساتھ باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے وقت آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعثت بکسر المزامیر" میری بعثت کا اہم مقصد گانے بجانے کے آلات کو توڑنا ہے۔(احکام القرآن)

موبائل سے متعلق چند مسائل:

آج کل موبائلوں میں میوزک والی رنگ ٹون کا استعمال عام ہوگیا ہے، جب کہ میوزک والی گھنٹی کا سننا، سنانا ہر حال میں ممنوع اور ناجائز ہے، خواہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر۔

سلام یا نعت کو میوزک کے ساتھ فٹ کرنا:

بہت سے لوگ اپنے موبائل ہی میں رنگ ٹون کے طور پر نعت پاک یا سلام کے الفاظ جیسے "یا نبی سلام علیک" کو میوزک کے ساتھ سیٹ کر لیتے ہیں یہ درست نہیں۔

موبائل کی گھنٹی میں تلاوت یا نعت وغیرہ سیٹ کرنا:

بعض لوگ موبائل کے رنگ ٹون (گھنٹی) کے اندر کسی قاری کی تلاوت کا کوئی حصہ یا حمد ونعت کا کوئی ٹکڑا یا حرمین شریفین کی اذان وغیرہ سیٹ کر لیتے ہیں، اس بارے میں جاننا چاہئے کہ اذان اسلام کی مکمل دعوت ہے، اس کے کلمات اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل ہیں، اس کا مقصد لوگوں کو مسجد میں نماز باجماعت کے لئے بلانا ہے، اسی طرح وہ اسلامی شعار بھی ہے اس لئے کلمات اذان کا ادب بجالانا ہر مسلمان کا فرض اور ایمانی تقاضہ ہے، اسی طرح قرآن پاک اللہ تعالی کا نہایت عظمت والا کلام ہے، اس کے پڑھنے اور سننے سے متعلق خاص احکام اور آداب ہیں جب قرآن پاک پڑھا جائے تو اس وقت اس کا دھیان سے سننا ضروری ہے، جب کہ موبائل کی رنگ ٹون کا مقصد اس بات کی اطلاع دینا ہے کہ کوئی شخص آپ سے بات کرنے کا خواہاں ہے کسی بھی دنیاوی مقصد کے لئے قرآنی آیات یا ذکر کے

کلمات کا استعمال ممنوع اور ناجائز ہے۔

نماز کے دوران اگر گھنٹی بجنے لگے تو کیا کیا جائے :

اگر عمل کثیر کئے بغیر اس کو بند کرنا ممکن ہو تو بند کر دیجئے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، ایک ہاتھ کے ذریعہ جیب میں رکھے ہوئے موبائل کو بند کر دینا عمل قلیل ہے۔

گاڑی کی اسٹارٹنگ میں دعا سفر کا حکم :

گاڑی اسٹارٹنگ میں سیٹ کی ہوئی دعا سفر کی ریکارڈنگ اگر گاڑی اسٹارٹ ہونے کے بعد مکمل ہو کر ختم ہوتی ہے، درمیان میں ناتمام حالات میں نہیں کٹتی تو اس کے سیٹ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں دعاءِ سفر کی یاددہانی پائی جاتی ہے، جو ایک نیک مقصد ہے۔ (جدید مسائل)

موبائل اور گھڑیوں میں الارم کی جگہ اذان فٹ کرنا:

اگر موبائل یا گھڑی کے اندر الارم میں اذان کے کلمات فٹ کر دیئے جائیں اور اس کو خاص نماز کے واسطے بیدار ہونے کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کی اجازت ہے، لیکن اگر موبائل کی عام گھنٹی میں اذان کے کلمات فٹ کئے جائیں تو یہ اذان کا بے محل استعمال ہوگا اور اسے بے ادبی سمجھا جائے گا، یہی حکم گھڑیوں کا بھی ہے۔ (موبائل کے مسائل)

نیکی اور سچائی کا بڑا مرکز:

حقیقت یہ ہے کہ نیکی اور سچائی کا انقلاب بپا کرنے کا سب سے بڑا مرکز مسجد ہی رہی ہے، دنیا کا کوئی حصہ اور گوشہ اس کے اصلاح بخش اثرات سے متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا، حق وصداقت، عدل وانسانیت پیدا کرنیوالا کوئی انقلاب مسجد سے بڑھ کر کسی اور خطہ سے نہیں اٹھ سکا، یہ دنیا میں جو کروڑوں اسلام کے حلقہ بگوش نظر آتے ہیں، اور اس کی وہ تعلیمات جو عالم کے ہر خطہ پر اثر انداز ہو چکی ہے اس کا مرکز مسجد ہی تھی جس کا نام مسجد نبویؐ ہے، جس کی سادگی کے سامنے قیصر وکسری کی عظیم الشان حکومتوں کے تخت وتاج کی حشمت وعظمت سرنگوں اور سطوت وشکوت لرزاں وترساں رہتی تھی اور جس کے تربیت یافتہ افراد کی ایمانی قوت اخلاق کی عظمت، معاملات کی سچائی نور ہدایت بن کر اپنی کرنوں سے اہل عالم کے تاریک قلوب کو منور ومسخر کرتی چلی جاتی تھی۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ:

مسجد کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل سب سے بڑی روشنی ہے، جس سے امت کو استفادہ کرنا چاہئے، آپ کی مقدس زندگی اور مبارک احادیث اٹھا کر دیکھی جائیں تو نظر آئے گا کہ عبادت کے علاوہ دوسرے اصلاحی تعمیری، تربیتی اور تعلیمی امور کا مرکز بھی مسجد تھی، جس سے یہ تمام امور انجام دئے جاتے تھے، تعلیم کا کام بھی مسجد سے لیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ اور دیگر اصحاب صفہ کے حالات مشہور ہیں، مردوں عورتوں بچوں کی تربیت واصلاح کا سلسلہ روزانہ پانچوں وقت رہتا تھا، طہارت، نماز، قرأت ودیگر امور میں غلطیاں نظر آتیں تو اصلاح کی جاتی تھی آپس میں نزاع پیدا ہوتے تو وہ بھی مسجد میں سلجھائے جاتے تھے، مقدمات فیصل کئے جاتے تھے، غریب ومسکین لوگوں کی امداد واعانت کی ضرورت ہوتی تو مسجد میں پوری کی جاتی تھی، وعظ ونصیحت کا سلسلہ مستقل طور پر مسجد ہی میں رہتا تھا، مخالفین کے جواب میں حق کی حمایت اور اسلام کی تائید کرنیوالے اشعار بھی یہاں سنے جاتے تھے، جہاد کے لشکر تیار کرنے اور روانہ کرنے کیلئے مرکز کا کام بھی مسجد سے لیا جاتا تھا، نکاح بھی یہیں ہوتے تھے، مسافروں کے ٹھہرنے کا انتظام بھی یہیں کیا جاتا تھا، تعلیم وتبلیغ کے لئے جماعتیں بھیجنے کا مرکز بھی مسجد تھی، اخلاق معاملات ودیگر شعبہ جات زندگی کے متعلق انفرادی واجتماعی امور کے بارے میں رہنمائی عموماً یہیں سے ہوتی تھی، غرضیکہ زندگی کے ہر گوشہ اور شعبہ کی اصلاح وتعمیر کا مرکز مسجد تھی، اس لئے مسجد کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

ربنا تقبل منا انك انت سميع العليم

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: خطبات فاران

نام مصنف: مولانا کبیرالدین فاران مظاہری

صفحات: ۹۶/

قیمت: ۵۰/روپے

اسٹاکسٹ: دارالکتاب دیوبند (سہارنپور)

پیش نظر کتاب حضرت مولانا کبیرالدین فاران مظاہری دامت برکاتہم کے اشہب قلم سے نکلے ہوئے خطبات استقبالیہ کا ایک اہم مجموعہ ہے، جس میں حضرت مولانا کے آٹھ خطبات استقبالیہ اور دوسپاس نامے شامل ہیں۔

کسی ادارہ یا تنظیم میں اجلاس وکانفرنس کے موقع پر جب کوئی بڑی شخصیت جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کی شان میں ذمہ داران حضرات کی طرف سے سپاس نامے اور خطبات استقبالیہ پیش کئے جاتے ہیں، جس سے آنے والے مہمانان کرام کا دل فطرتاً خوش ہوجاتا ہے، صاحب خطبات کے پاس اس طرح کے خطبات جمع ہوگئے تھے، اس لئے انہوں نے ان خطبات وسپاس ناموں کے فائدے کو عام کرنے کے لئے طباعت کے مرحلے سے گزار کر منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے، جس سے عام وخواص کے اندر مہمانوں کے تئیں رغبت اور الفت ومحبت پیدا ہو، چونکہ محبت ہی ایک ایسی دولت ہے، جس کا ہر فرد بشر خواہاں ہے، چونکہ محبت کے ذریعہ بڑے سے بڑے معرکے سر کئے جاسکتے ہیں، بہر حال اس کتاب کے متعلق اکابر علماء نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا ہے اور اپنے اپنے قلبی تأثرات کو پیش کیا ہے۔

کتاب کے ''حرف اعتبار'' میں حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری تحریر فرماتے ہیں کہ '' اس مجموعہ میں موصوف نے حکمت وبصیرت، فکر ایمانی اور جذبات روحانی کی جامعیت کا ثبوت فراہم کیا ہے، ان خطبات میں متعدد جگہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی تحریر کے اہم اقتباسات کو نگینہ کی طرح پیش کیا گیا ہے، اس لئے ''خطبات فاران'' کا حسن دوبالا ہوگیا، جس کو اردو محاورہ میں ''سونے پر سہاگہ'' کہا جاتا ہے، یہ مجموعہ اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا شخص اس کا مطالعہ کرے، خاص طور پر علماء، مبلغین اور حالات حاضرہ پر کام کرنیوالے حضرات کیلئے حرز جاں بنانے کے لائق ہے'' ۔

حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی کتاب کے ''حرف وقار'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''ان خطبات کے خطیب وانشاء پرداز مولانا کبیرالدین فاران بھی الحمدللہ اسم بامسمیٰ ہیں، وہ دین کے بڑے پرجوش نمائندے اور اس کے نظام کے بڑے حوصلہ مند محافظ اور فاران کی چوٹیوں سے اس کی صدا لگانے والے منادی ہیں، جو حکمت وبصیرت، قول وفعل اور فکر ایمان اور جذبات روحانی کی جامعیت کا ایک جیتا جاگتا نمونہ ہیں، ان خطبات میں علم ہے، حالات کا جائزہ ہے، اندر کا جوش ہے، زبان کی فصاحت وطلاقت ہے، چنندہ اشعار اور عبارتوں کے انتخاب کی ماہرانہ قدرت ہے، یہ خطبات خاص خاص موقعوں پر ملت کے بزرگوں کی آمد پر بڑے بڑے اجلاسوں میں پیش کئے گئے تھے، لیکن ضرورت دائرہ افادیت کی توسیع مزید کی تھی، اس لئے زیور طباعت سے ان کا آراستہ ہونا بہت کارآمد اور بہت مبارک باد ہے، مولانا کو مبارک باد اور قارئین کو بھی مبارکباد۔

اکابرین کی ان آراء کی روشنی میں خطبات کی اہمیت ووقعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، اس لئے قارئین سے گزارش کی جاتی ہے کہ ان خطبات کو حاصل کریں اور فائدہ اٹھائیں، اللہ تعالی ان خطبات کو قبول فرما کر ان کا دائرہ وسیع فرمائے، اور مصنف کو اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔

مراسلات

Markazu Ihyail Fikril Islami Muzffarabad.Saharanpur(u.p)

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کی خصوصی اشاعت ''بر حالات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ'' کا مذکورہ نمبر واٹس اپ کے ذریعے موصول ہوا، اس شمارے کے مطالعہ سے میں ابھی ابھی فارغ ہوا ہوں، سب سے پہلے مدیر رسالہ مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی دامت برکاتہم ناظم اعلی مرکز احیاالفکر الاسلامی مظفرآباد سہارنپور کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے کہ انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری علیہ الرحمہ کے حالات زندگی پر خصوصی اشاعت کا اہتمام فرمایا، جیسا کہ معلوم ہے کہ برصغیر ہند و پاک میں ایسے ایسے علما و مشائخ پیدا ہوئے ہیں کہ جن کی اخلاص مندی، تبحر علمی، جذبہ قربانی، تقوی شعاری اور خشیت الٰہی کے حالات خود ان کے عہد اور بعد میں آنے والے زمانوں میں بندگان خدا کی رہنمائی کے لئے نمونہ بنے ہوئے ہیں، خادمان دین کے اس کہکشانی سلسلہ کی ایک اہم کڑی اور جماعت العلماء والصلحا کے سرتاج اور علم الحدیث کے بلند ستارے محمد بن اسماعیل البخاری علیہ الرحمہ کی صحیح بخاری کے ساتھ تازیست خاص شغل و تعلق رکھنے والے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ جو کہ ہند میں سرمایہ ملت کے نگہباں کہلانے کے بجا طور پر حقدار بھی ہیں۔

امید ہے کہ اس خصوصی اشاعت کے ذریعے حضرت اقدس علیہ الرحمہ کی حیات تابدار کے نقوش تاباں کو تحریر کے آئینے میں تادیر یاد رکھا جائے گا، عالم اسلام کی اس مایہ ناز شخصیت کے لئے ہم رب ذوالمنن کے حضور دست بدعا ہیں کہ خدائے تعالی درجات بلند فرمائے اور امت کو نعم البدل عطا فرمائے، حضرت والا کے وصال کے بعد ان کا سانحہ ارتحال ہمارے قلم سے اخبارات رسائل اور جرائد میں کثیر تعداد میں شائع ہو چکا ہے، لہٰذا ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے تعلق سے ہی بات کرتے ہیں، ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے ساتھ ہماری وابستگی کا قصہ یوں ہے، خدائے جواد و کریم نے ۲۰۱۱ء میں حج بیت اللہ اور مدینہ طیبہ کی حاضری کا شرف بخشا، حج سے قبل تیاری کے سلسلہ میں ہم حج کے تعلق سے کتابوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے اور جس کتب خانہ میں بھی جانا ہوتا، حج سے متعلق جو بھی کتاب نظر آتی وہ خرید لی جاتی، اس دوران جموں و کشمیر کی سرمائی راجدھانی جموں پاسپورٹ آفس ایک بار کام سے جانا ہوا، اس دوران مولانا عبدالغفور قاسمی مرحوم کے ہاں بھی جانا ہوا، ان کے آفس میں ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کا حج سے متعلق ایک خصوصی شمارہ ہمارے ہاتھ لگ گیا، جسے ہم نے ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا اور وہیں سے فون پر رابطہ کیا اور بذریعہ ڈاک ایک ہفتہ بعد ''نقوش اسلام'' کے دو نسخے مدیر محترم کی خصوصی عنایت سے ہمیں اپنے گھر پر موصول ہو گئے اور پھر ''نقوش اسلام'' کا یہ شمارہ پورے سفر حج میں ہمارے ساتھ رہا اور ہر موقع پر اس نے ہماری رہبری کی، اس کے بعد مولانا محترم کی مزید کتابیں پڑھنے کا جذبہ جاگا، آپ کی تصنیف لطیف ''چند مایہ ناز اسلاف'' دستیاب ہوگئی، جس سے استفادہ کا موقع ملا اور مدت تک ماہنامہ ''نقوش اسلام'' بھی بذریعہ ڈاک ہمارے نام آتا رہا، ہماری نگاہ میں مولانا کی تحریروں کی خاص بات یہ ہے کہ آپ کو اپنے اکابر سے ایسی دلی عقیدت ہے کہ جس کا اندازہ علم دوست قاری کو آپ کی تحریروں کو پڑھنے سے بخوبی ہو جاتا ہے، آپ جس خلوص اور اہتمام کے ساتھ اپنے اسلاف کی حیات تابدار کا تذکرہ فرماتے ہیں صاف بات یہ ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا، بالخصوص اپنے اکابر کے ساتھ مکاتبت و مراسلت کے ادبی شہ پارے پڑھ کر تو بہت خوشی ہوتی ہے اور اپنے بڑوں کے تئیں دل میں عقیدت و احترام کی شمع روشن ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ اس بات پر بہت افسوس اور رنج بھی ہوتا ہے کہ آج موبائل فون وغیرہ نت نئی ایجادات و اختراعات نے مکاتبت و مراسلت کا یہ سلسلہ ختم کر دیا۔

اس خصوصی اشاعت کے اداریہ میں بھی آں محترم نے حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے ساتھ مکاتبت و مراسلت کے چند نمونے شامل فرمائیں ہیں، راقم الحروف کے نزدیک آپ کی تحریریں ہر طبقہ کے افراد کے لیے نہایت ہی مفید ہیں، تعلیم و تربیت کے عنوان پر آپ کی لکھی تحریروں کو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، خود ہمارے ہاں خطہ کشمیر کی قدیم اور معروف دینی علمی اور روحانی منفرد پہچان کی حامل عظیم الشان دانش گاہ جامعہ ''ضیاالعلوم'' پونچھ جموں و کشمیر میں محسن قوم و ملت حضرت مولانا غلام قادر صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ ہذا و ممبر کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ نے متعدد بار آپ کے اصلاحی مضامین کی کاپیاں اساتذہ جامعہ کو دیں، اور ان مضامین کو تمام طلبائے جامعہ کے درمیان بھی پڑھ کر سنانے کا اہتمام کرایا، بلاشبہ آپ کی محنت شاقہ تعریف کی مستحق ہے، قدرت نے آپ کو انشاء کا اچھا اور پاکیزہ ذوق عطا فرمایا ہے، خدائے جواد و کریم آپ کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت بخشے اور ''نقوش اسلام'' کو بھی مقبول خاص و عام کرے، قارئین کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس کی ممبر سازی کی طرف بطور خاص توجہ فرمائیں ہم جس ملک کے باسی ہیں یہ ملک فروغ اشاعت علم کے حوالے سے ایسا خطہ ہے کہ جہاں ہر طالب علم کی علمی پیاس کی مختلف علوم و فنون سے آبیاری کی جاتی رہی، راحت بھری خوشی یہ ہے کہ ماہنامہ ''نقوش اسلام'' جس تسلسل کے ساتھ رواں دواں ہے، وہ قابل ستائش اور داد تحسین کے لائق ہے، دعا ہے کہ فروغ اشاعت دین کے حوالے سے مزید کامیابیاں مدیر ''نقوش اسلام'' کے مقدر کا حصہ بنیں، آمین۔

مقصود احمد ضیائی، استاذ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

مرکز میں مسجد نبویؐ مدینہ منورہ کے شیخ الحدیث کی تشریف آوری

۱۱/فروری ۲۰۱۸ء بروز اتوار مرکز احیاء الفکرالاسلامی میں مسجد نبویؐ کے شیخ الحدیث جناب حضرت شیخ حامد بن احمد بن اکرم البخاری المدنی حفظہ اللہ تشریف لائے، مرکز میں ایک استقبالیہ پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں علاقہ کے معزز حضرات علماء کرام، عمائدین عظام، عوام وخواص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع شریک ہوا، اور حضرت شیخ کی زیارت سے بہرہ یاب ہوا، مجمع اتنا زیادہ تھا کہ کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا تھا، شیخ صاحب نے مرکز کی روحانی تقریب میں ارشاد فرمایا کہ ''ایک وقت آئے گا کہ مذہب اسلام ہر خام اور پختہ گھر تک پہنچ جائے گا، یہ وہی وقت ہوگا جب چہار جانب دین اسلام کا غلبہ ہوگا، اور آسمان سے رحمت الٰہی کی بارش ہوگی، اور زمین اپنا خزانہ اگل دے گی''بعدہٗ مفتی محمد مسعود عزیزی صاحب کی تین کتابوں ساز دل، درد دل اور چند مایہ ناز اسلاف کا رسم اجراء شیخ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔

اس کے بعد مرکز کے زیر انتظام ''جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات'' میں بخاری شریف کی اول اور آخری حدیث کا درس بھی دیا، اور وہاں پر موجود طالبات، معلّمات اور تمام علماء کرام کو اپنی صحاح اور مرویات کی سند اور اجازت سے نوازا، نیز رئیس مرکز مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی صاحبزادی خدیجہ عزیزی کی تعلیم کی بسم اللہ بھی کرائی، حضرت شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ میں مقیم حضرت مولانا حکیم محمد عثمان صاحب قاسمی بھی تھے، جن کی کوشش اور توجہ کی بنا پر حضرت شیخ مرکز میں تشریف لائے، اس کے بعد دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور رخصت ہوئے۔

حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب فیضی ندوی کی مرکز میں حاضری

۱۳/فروری بروز منگل حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب فیضی ندوی (صدر الندوہ اسلامک سینٹر کناڈا) مرکز میں تشریف لائے، اور مرکز کے نظم وانتظام کو سراہا، اگلے دن جامعہ'' فاطمۃ الزہراء للبنات'' کے ثقافتی پروگرام میں اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ لڑکیاں اس علم کو ادب کے ساتھ حاصل کریں، اساتذہ کا ادب واحترام کریں، مدرسہ کا احترام کریں پھر آپ ہی میں سے حضرت رابعہ بصریہ، اور حضرت شہوانہ بن سکتی ہیں، مزید فرمایا کہ معلّمات حضرات اور اساتذہ کرام یہ سمجھیں کہ ہم ایک لڑکی پر نہیں بلکہ ایک خاندان، ایک قبیلے پر محنت کر رہے ہیں، یہ سوچ کر محنت کی جائے تو انشاء اللہ اس کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے، اسی دن مرکز کی جامع مسجد میں استقبالیہ پروگرام پیش کیا گیا، جس میں مرکز کے روح رواں جناب مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی نے حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب فیضی ندوی کو سپاس نامہ پیش کیا اور مرکز کے تمام شعبہ جات کا مختصراً تعارف کرایا، نیز مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے مرکز کے تمام طلبہ کو اپنے نصیحت آمیز خطاب سے مستفیض فرمایا، اس کے بعد شعبہ انگلش کے تمام طلباء کی خصوصی نشست کی، جس میں ان سے تعارف کے بعد ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور اپنے پند ونصائح سے مستفیض فرمایا، حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی نے مرکز میں دو شب قیام کیا، وہ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، خانقاہ رائے پور اور حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپور نیز کاندھلہ اور پپلی مزرعہ بھی تشریف لے گئے۔

مرکز میں حضرت مولانا نیاز احمد ندوی کی تشریف آوری

۲۳/فروری بروز جمعہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث جناب حضرت مولانا نیاز احمد صاحب ندوی مرکز میں تشریف لائے اور مرکز کے تمام شعبہ جات کو دیکھ خوشی کا اظہار کیا اور یہاں کی مطبوعات اور تعلیم وتربیت کے نظم وانتظام کو دیکھ رئیس مرکز مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کو مبارک باد پیش کی، نیز مولانا نیاز احمد صاحب ندوی نے تمام حاضرین جمعہ کو ایک پر مغز خطاب سے مستفیض فرمایا اور مولانا ابصار الحق صاحب قاسمی نے جمعہ کی نماز پڑھائی، نماز جمعہ سے قبل مولانا نیاز احمد صاحب ندوی تھوڑی دیر کیلئے رائپور خانقاہ بھی گئے اور واپسی پر حضرت مولانا سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری سے بھی ملاقات کی۔

جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں ختم بخاری کی تقریب

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث مولانا نیاز احمد صاحب ندوی نے جامعہ کی ۱۳/طالبات کو بخاری شریف کا آخری درس دیا، اور بخاری شریف کی آخری حدیث پر سیر حاصل گفتگو کی اور طالبات کو اسماء الرجال کے فن کی باریکیاں اور نزاکتوں سے واقف کرایا اور صحابہ سے مروی حدیثوں کی تعداد بتلائی اور کہا کہ اس میدان میں صحابیات بھی پیچھے نہیں رہیں، ان کی خدمات بھی نمایاں ہیں، انہوں نے امام بخاری کی خدمات جلیلہ پر بھی روشنی ڈالی، مزید انہوں نے کہا کہ قرآن کے بعد حدیث کی کتابوں میں بخاری شریف کی زیادہ اہمیت ہے، انہوں نے طالبات کو علم دین حاصل کرنے کی سعادت پر مبارکباد پیش کی، اور جامعہ کی خدمات پر خوشی کا اظہار کیا۔